Nādir 'Alī Khān

ان من البیان لسحرا

جذبات نادر

یعنی

جناب منشی نادر علیخان صاحب نادر کاکوروی

Jazbat-i Nādir

کے

پاک اور شاعرانہ خیالات

جو رسالجات - مخزن - خدنگ نظر - زمانہ اور ادیب وغیرہ مین شایع ہوے

یا ہنوز نوبت اشاعت نہین آئی

مع نور محل

یعنی مثنوی

لائٹ آف حرم

و منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ مین طبع ہوے

سنہ ۱۹۱۰ع

قیمت

Opinions and thoughts of some learned and well-known literary men about the author and his works.

Maulvi Muhammad Aziz Mirza, Esq., B. A., Secretary, All-India Muslim League, Lucknow.

The spread of Western culture in Eastern lands has not onl been synchronous with a distinct advance in the material comforts of life, but has also gone a long way to open new vistas of though Our poetry so long confined to convention and dogma experienced a new life and our young men of genius and culture outstripping the known canons of rhetoric and eloquence began to make excursions into unknown regions. The result was, at first, disappointing and often ended in weak imitations of Western modes of thought and expression, but as time passed and foreign culture became acclimatised they gained more confidence in their powers and became the founders of a new school of poetry. Mr. Nadir Ali Khan of Kakori, who has just published a new collection of his poems unde the name of *Jazbat-e-Nadir* or "The impressions of Nadir" is one of the shining lights of this school. Breaking with the ancient mould full as it was of studied phrases, lofty vocabulary and conventional ideas and imagery he has found access to natural tones and new modes of thought. His turn of mind is essentially philosophic, but he is inclined to be pessimistic and prove to detect dark shadows in the lightest moods of nature. The music of words is no mystery to him and he knows how to clothe Western thoughts in choice language indolent of the balmy East. Though he has given up the beaten track and largely employed the English stanza he wields his new found weapons with such skill that we hardly feel the change. His verses are not mere inane imitations of the English originals but are warm with a life peculiarly their own. Mr. Nadir Ali Khan's heart also learns with a passionate tone of his country and his patriotic pieces make a stirring appeal to our better nature. By translating Thomas Moore's Light of the Harem he has made a valuable addition to Urdu Literature and while faithfully sticking to the text his mode of ex-

pression is so natural and his choice of language so happy that it all but appears to be an original poem. In conclusion we wish that Mr. Nadir Ali Khan's literary venture may meet with the success it so richly deserves.

(Sd.) MUHAMMAD AZIZ MIRZA.

Kazi Talammuz Husain, Esq., M. A., (M. R. A. S.), Arabic College, Lucknow.

I need not introduce Mr. Nadir Ali Khan of Kakori to Urdu reading public. He is a well-known exponent of the new thoughts. His many poems which appeared at different times in Urdu Magazines are now published by the Newul Kishore Press in a compiled form. Therefore have already received popular approval and I must say that they are the best examples of expressing new thoughts in correct and idiomatic languages.

The second part of the book is an Urdu translation of Sir Thomas Moore's famous poem Light of the Harem (Lala Rukh).

It is very difficult to render one language into another and at the same time keep all the beauty of the original in full, but the learned translator has wonderfully succeeded in it.

This is a valuable addition in Urdu literature. I have very carefully compared the translation and I can confidently say that the translator deserve the best thanks of all who wish to see the Urdu language enriched with new and high thoughts.

I congratulate him on his success and hope that he will find time and encouragement enough to give us a complete translation of "Lala Rukh."

25th November 1910. (Sd.) TALAMMUZ HUSAIN, M. A.

ترجمہ تقریظ عالیجناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ لکھنؤ

ممالک مشرق مین مغربی تمدن و تہذیب کی اشاعت نے یہان کی زندگی کی مادی آسایش ہی مین نمایان ترقی نہین دکھائی ہے بلکہ خیالات کے لیے بھی اس نے نئے مناظر پیدا کر دیے ہین - ہماری شاعری جو ابتک قدیم اور محدود خیالات مین جکڑی ہوئی تھی اسمین نئی روح پیدا ہو گئی - اور ہمارے ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوانون نے شاعری اور فصاحت کے قدیم راستون سے گذر کر نامعلوم مقامات مین قدم رکھے - اولاً جو نتیجہ ہوا وہ مایوسی پیدا کرنیوالا تھا اور اکثر یہ ہوا کہ مغربی طرز خیال اور تحریر کی نقالی کی گئی مگر جب کچھ زمانہ گذرا اور ہملوگ اس غیر ملکی تہذیب کے عادی ہو گئے تو اُن پیشروان ادب نے زیادہ اعتماد حاصل کیا اور وہ شاعری کے ایک نئے طرز کے بانی قرار پائے مسٹر نادر علیخان کاکوروی جنکی نظمون کا ایک نیا مجموعہ بنام **جذبات نادر** مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے وہ اِس نئے طرز کے ایک درخشان گوہر ہین - قدیم روش جسمین مقررہ جملے بلند الفاظ اور مخصوص خیالات و توہمات تھے - اُس روش سے کنارہ کر کے اِنھون نے فطری طریق اور نئے خیالات کو اختیار کیا - اِنکی طبیعت فطرتاً فلسفیانہ واقع ہوئی ہے مگر اِنکا رجحان پزیمسٹک؎ کی جانب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے روشن ترین اندازون مین جو تاریک دھبے ہین وہ اِنسے پوشیدہ ہین اور نہ شوکت الفاظ کی ہیبت - گیان اِن کے لیے راز ہین یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ مغرب کے خیالات کو مشرق کے شاندار زبان مین کیونکر ادا کرین - اِنھون نے اگرچہ پامال روش کو چھوڑ دیا ہے اور بہت زیادہ

؎۱ پزیمسٹک - حکمائے فلسفہ کا وہ گروہ جو دنیا اور اُسکی تمام دلچسپیون کو سراسر تکلیف مصا
ئب اور کاہشون کا سبب خیال کرتا ہے -

انگریزی طرق کا استعمال کیا ہے مگر وہ اپنے اِس نئے طرز کو اِس خوبی سے نباہتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے کوئی نیا کام اپنے اوپر نہین لیا ہے - اِنکی شاعری صرف انگریزی کی نقالی نہین ہے بلکہ اِسمین ایسی خوبیان ہین جو مخصوص اِنھین کی ہین - مسٹر نادر علی خان کے دل مین اپنے ملک کی محبت کا شعلہ بھی موجزن ہے اور اُنکی حب الوطنی کے قطعات ہمارے اعلیٰ جذبات مین شور پیدا کر دیتے ہین - سر ٹامس مور کی کتاب لائیٹ آف دی حرم (لالہ رخ) کے ترجمے سے اِنھون نے اُردو زبان مین ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - اور اگرچہ اصل سے اِنھون نے تجاوز نہین کیا ہے مگر اِنکا طرز بیان اِس قدر نیچرل اور اسکے الفاظ ایسے خوشنما واقع ہوے ہین کہ ترجمے کے بجاے نظم اصل معلوم ہوتی ہے - آخر مین مین یہ توقع کرتا ہون کہ مسٹر نادر علی خان کی علمی کوششون کو وہ کامیابی حاصل ہو گی جسکے وہ نہایت مستحق ہین -

ترجمہ تقریظ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم - اے - مدار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

منشی نادر علی خان صاحب نادر کا کوروی کے لیے قدر دانان اُردو ادب سے تعارف پیدا کرنے کی مین ضرورت نہین سمجھتا - اُردو شاعری مین نیا رنگ اور لطف مذاق پیدا کرنے مین وہ خود نہایت مشہور ہین اُنکی بہت سی نظمین جو وقتاً فوقتاً اُردو کے مختلف رسالون مین شائع ہوئی تھین اب مطبع منشی نولکشور لکھنؤ سے ایک مجموعہ کی حیثیت سے طبع ہوئی ہین اور اسلیے وہ قبل ہی سے عام مقبولیت حاصل کر چکی ہین - جو لوگ کہ صحیح روزمرّہ اور بامحاورہ اُردو مین نئے تخئیل کا پیدا کرنا محال سمجھتے ہین اُنکی خدمت مین یہ کلام تمثیلاً پیش کیے جانے کے قابل ہے - دوسرا حصہ اِس مجموعہ کا سر ٹامس مور مرحوم کی انگریزی مثنوی لائیٹ آف دی حرم کا (لالہ رخ) اُردو نظم مین ترجمہ ہے کسی زبان کی تخئیل کو دوسری زبان مین بجنسہ

منتقل کرنا یعنی اسطرح کہ اُسکی تمام شاعرانہ خوبیان اور تخیل کی باریکیان قائم رہین حقیقت مین نہایت ہی مشکل کام ہے لیکن قابل مترجم نے اِس کام مین حیرتناک کامیابی حاصل کی ہے - یہ مثنوی اُردو ادب مین ایک بیش بہا اضافہ ہے -

مین نے اِس ترجمہ کو بہت احتیاط سے اصل مثنوی سے مقابلہ کیا اور مین معتبر طور پر کہتا ہون کہ واقعی مترجم نے وہ کام کیا ہے کہ اُن قدردانون کو جو اُردو ادب کو نئے محاسن اور نئی خوبیون سے آراستہ دیکھنا چاہتے ہین حضرت نادر کا ممنون اور شکرگزار ہونا چاہیے مین مترجم صاحب کو اُنکی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون اور امید کرتا ہون کہ یہ لوگ اِس ترجمہ کی ایسی قدر کرینگے اور ہمارے مترجم کو اسقدر وقت ملیگا کہ وہ پوری مثنوی (لالہ رخ) کا ترجمہ ہمکو دے سکین فقط

جناب مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر - اڈیٹر دلگداز - لکھنؤ

ملک مین یون تو بہت سے دیوان اور بہت سی مثنویان شایع ہوتی رہتی ہین مگر اُردو شاعری کی دنیا مین منشی نادر علیخان صاحب نادر کاکوروی کی نظمون کا یہ مجموعہ سب سے جداگانہ چیز ہے جسکے خیالات بالکل نئے اور جسکا اثر خاص قسم کا ہوگا -

حضرت نادر نے کوشش کی ہے کہ انگریزی شاعری کے لطیف مذاق کو اُردو مین پیدا کرین چنانچہ اِس مجموعہ مین اکثر تو انگریزی کی مشہور نظمون کے ترجمے ہین اور بہت سی نظمین جو شاعر کے اصلی خیالات و جذبات کو ظاہر کر رہی ہین وہ بھی اسقدر انگریزی شاعری کے رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین کہ اُنپر بھی ترجمہ ہی کا دھوکا ہوتا ہے - حضرت نادر نے شعراے اُردو کی ایک نئے میدان مین رہبری کی ہے اور ایک بہت وسیع حد تک کامیاب ہوے ہین لہذا قدردانان ادب اُردو کو اُن کا شکرگزار ہونا چاہیے - فقط

جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے۔ المعروف بہ مرزا رسوا لکھنوی

کلام نادر۔مین نے جا بجا سے پڑھا۔ مصنف کا مذاق فطرتاً تخیل ساذج کیطرف جاتا ہے۔ یہ بات ہمارے ملکی شعرامین کمتر اور شعراے یورپ مین بیشتر ہے۔ زبان کے باب مین دلّی لکھنؤ کے رہنے والے کسی کو مانتے نہین لیکن حق یہ ہے کہ تحقیق انھین صاحبون کا حق ہے جو زبان کو اکتساباً حاصل کرتے ہین۔ تشبیہ اور استعارے نادر مین ہر ایک مضمون اچھی طرح سج سجا کے ناظر کے سامنے پیش کیا ہے۔ مجکو افسوس ہے کہ مین بہ سبب عدیم الفرصتی کے پورے کلام کا مطالعہ نہ کر سکا ورنہ تفصیلی ریویو لکھتا اور کلام کے نمونہ مین بھی اُن باریکیون کو جنکو مین سمجھ سکا ہون پبلک کے سامنے پیش کرتا۔ خیر۔ یار زندہ و صحبت باقی۔

۱ـــ ”تخیل ساذج“ کسی چیز کی حسن یا لطافت کا ایک ایسا وجدانی تصور جسمین تشبیہ اور استعارے کو مطلق دخل نہو جیسے۔

ہاے کیا پیاری رنگت ہے

یا

کسقدر مستانہ خوشبو ہے

انگریزی مین اِس قسم کی تخیل کو پیور ایمی جنیشن یا سمپل ایمی جنیشن کہتے ہین۔

Pure or Simple Imagination

نادر

فہرست مضامین جذبات نادر

رباعی آغاز

ساغر ہر فصل در دور است رندان یللے
ہم مے برفاب و ہم چائے زمستان یللے
نادر از خون جگر گلگونہ تیار کرد
نوجوانان الصلا و نوعروسان یللے

نادر علیخان نادر

ڈیڈیکیشن

خمکدۂ خیالات نادر کے اس اچھوتے جام کو سرمستان ادب کے میر مجلس اور بزم آرایان سخن کے مربی یعنے جناب راے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب بالقابہ نے بنظر سخن سنجی و بلحاظ قدردانی اپنے نام نامی و اسم گرامی سے نامزد کیا جانا منظور فرما کر عزت افزائی فرمائی۔

خوش ساغریکہ رغبت قاضی حصول کرد
از نیم خند نیم نگاہِ قبول کرد

سپاس گزار

نادر علیخان نادر کاکوروی

۴ ستمبر ۱۹۱۰ء

شاعر کا دِل

مطبوعہ "خدنگ نظر" ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء نمبر ۱۱ جلد ۶

انگریزی نظموں کو بمقابلہ اُردو اوزان کے نظم کہنا ہی نہ چاہیے۔ اُنکے دو مصرعہ بشکل ایک سانچے مین ڈھلے ہوے اور ایک پیمانہ سے سنپے ہوے ملین گے۔ ایک اکثر اُنگل بھر کا تو دوسرا اکثر چار اُنگل کا۔ کہین ایک بند مین تین مصرعہ ہونگے کہین پانچ۔ ایسی بیقاعدہ نظمون کو اُردو کے ایسے سنپے تُلے اوزان مین تولنا اور پھر اسطرح سے کہ شعرا کی نکتہ سنج جماعت (جنکا یہ حال ہے کہ صرف قافیہ نہونے سے نظم کو موزون ہی نہین مانتے) اُسکو قبولیت کی نظر سے دیکھے کوئی آسان کام نہین ہے بلکہ ممکن ہی نہین جب تک اُسکے مصرعونکی کمی بیشی مترجم اپنی طرف سے پوری نہ کرے۔ لیکن اس اضافہ کو اصل مضمون مین اسطرح ملادینا کہ گویا وہ بھی اصلی ہے ایک قسم کی کُھلی کُھلی چوری ہے جسقدر اضافہ مجبوراً کرنا پڑے اُسکو صاف دکھادینا چاہیے۔

ذیل کی نظم انگلستان کے مشہور ملک الشعرا لارڈ ٹنی سن کی مشہور نظم (Poet's mind) کا ترجمہ ہے جسمین نازک خیال شاعر نے وہ جذبات ظاہر کیے ہین جنسے ہماری اُردو لٹریچر کا خزانہ اب تک خالی ہے۔ ہم اس نظم کو اپنے دوست منشی نوبت رائے صاحب نظرؔ کی فرمایش سے اُردو نظم مین ترجمہ کرکے

نذرِ خدنگ نظر کرتے ہین۔ جہان کہین ضرورتِ شاعری سے مجبور ہوکر ہمکو اصل
مضمون پر کچھ اضافہ کرنا پڑا ہے ہم اسکو بریکٹ کے اندر (قوس مین) کیے دیتے
ہین تاکہ نظم نظم رہے اور یارانِ سخن سنج اُسکو بےتکی شاعری نہ کہین۔

نادؔر

مت دُکھا شاعر کا دل ظالم کبھی تو بھول کے
اپنی اوچھی عقل سے اور اپنے اوچھے فہم سے
مت دُکھا شاعر کا دل تو زینہار (اے نکتہ چین)
اُسکے تو جذبات کا اندازہ کر سکتا نہین

صاف اور روشن روان ہین صورتِ نہرِ بلور
صاف مثلِ بادِ (بستان) اور روشن مثلِ نور
تیرگیِ جہل جسکے پاس آسکتی نہین
چپہ چپہ ہے یہان کا وہ مقدس سرزمین
دور رکھ اپنا تمسخر اور حقارت (کی نظر)
اِن اداؤن کا نہین اس پاک خطہ مین گذر
جتنے یہ گلہاے رنگارنگ ہین اِسمین کھلے
سینچتا ہون سبکو خونِ دل سے اشکِ پاک سے

جھاڑیان لارل کی اِن پھولونپہ ہین سایہ فگن
تا نہ کمہلائین تعصب سے ترے (او دل شکن)
آنکھ مین ٹوٹا ہے پالا ہے تنفس مین ترے
مارجا (او بدنظر ظالم) نہ پودون کو مرے
چہچے کرتی ہے بلبل اس حریمِ پاک مین

تو نے گر رکھا قدم ملجائیگی وہ خاک مین
صحنِ گلشن مین ہے فوارہ اک ایسا چھوٹتا
مثلِ شمع طور جسکی غیر فانی ہے ضیا
آرہی ہے صاف خوش آہنگ نغمہ کی صدا
اور وہ نغمہ ہے ہوا مین رات دن گونجا ہوا
ایک کویل ہے کہ سینہ سے پھدک کر کوہ کے
جو کہ واقع ہے وہین کچھ فاصلہ پر باغ سے
ارغوان زارِ چمن مین اُڑکے آتی ہے مگر
کھینچ لیتا ہے اُسے پھر کوہ اوج عرش پر
غیر فانی عشق کا وہ گا رہی ہے ایک راگ
(عالمِ پیری کا ماتم۔ نوجوانی کا سُہاگ)
گو صدا اُسکی نہایت صاف اور بھرپور ہے
تو نہین سُن پائیگا ہین گوشِ دل بہرے ترے
رہ جگہ پر اپنی (دیکھ اپنی طرف) او پُر خطا
خاک ہو جائیگی گر تو نے قدم اندر دھرا

شمعِ مزار

مطبوعۂ "خدنگِ نظر" ماہ جنوری ۱۹۰۳ء

بیٹھی ہے کس سکوت مین شمعِ مزار تو؟ اے شمع! کس شہید کی ہے تکیہ دار تو ؟
کیا یہ سکوت تیرا تقاضائے حُسن ہے؟ تو آپ اپنی محوِ تماشائے حُسن ہے ؟
کیا بیکسی مین لذّتِ جاوید ہے کوئی؟ غربت مین بھی تشفّیِ امید ہے کوئی ؟
کیون غور کر رہی ہے حیات و ممات پر؟ کیون محو ہے مشاہدۂ بے ثبات پر ؟
کوسِ سحر پہ گوش برآواز کیون ہے تو ؟ پچھلے پہر سے مائلِ پرواز کیون ہے تو ؟
کیا تیرا دل بھی میریطرح دردمند ہے ؟ تجکو بھی کُنجِ شامِ غریبی پسند ہے ؟
اے نامراد! جوگ لیا تو نے کس لیے؟ کسکا یہ غم ہے سوگ لیا تو نے کس لیے ؟
کیا تجکو یاد آئے ترے کُشتگانِ ناز؟ جاندادگانِ پاک نظر اور پاکباز ؟
بیٹھی ہے اُنکی فاتحہ خوانی کے واسطے ؟ تو رو رہی ہے اُنکی جوانی کے واسطے ؟

بستی کو چھوڑ شہرِ خموشان مین بس رہی
مرنے سے پہلے گورِ غریبان مین بس رہی

اے شمع ار دشنی ہے تری نغمہ سکوت ہے تیرا نور زمزمۂ سوز کا ثبوت
تیرا سکوت نالۂ نواہائے راز ہے سوز و گداز مین ترے در پردہ ساز ہے
فانوس مین خموش کہان یکنفس ہے تو بلبل کیطرح نغمہ طرازِ قفس ہے تو
گونجا ہے یون ہوا مین تری روشنی کا راگ جیسے کہ بھیگی رات مین گائے کوئی بہاگ
یا جیسے پھول کیوڑے کا کِھلجائے باغ مین اور پھیل جائے اُسکی مہک باغ و راغ مین
یا جیسے میرا نالہ کہ ہر دل مین گھر کرے سینون مین مثلِ تیر چُبھے اور اثر کرے
اونچے درخت تکیہ کے نزدیک اور دُور اِسطرح کر رہے ہین ترا اقتباس نور

گویا کہ چھانتے ہین کلک روشنی تری | اور پھینکتے ہین سوئے فلک روشنی تری
سنگِ نشانِ قبر ہین باندھے ہوئے قطار | گویا کھڑے ہین تیرے مریدانِ باوقار
کرتے ہین غور سلسلۂ کائنات پر | یا محو ہین مشاہدۂ بے ثبات پر
کیا یہ بھی محوِ جلوۂ حسنِ قدیم ہین | اے برقِ طور! کیا ترے اتنے کلیم ہین
لاریب ہمکو تیری ضیا شمعِ طور ہے | آنکھون مین نور اور دلون مین سُرور ہے
بن شمعِ بزمِ عیش کہ بن شمعِ بیکسی | دن دونی رات چوگنی ہو روشنی تری

اس تیرہ روزگار و پُرآشوب دور مین
دو تیرے دردمند ہین اقبال اور مین

آنسو

یہ نظم "خدنگ نظر" اپریل ۱۹۰۳ء مین شایع ہوئی اور لایق اڈیٹر نے مندرجۂ ذیل سطور مین اسکی نسبت اپنی راے کا اظہار کیا۔

"انگلستان کے مشہور شاعر لارڈ بیرن نے آنسوؤن پر ایک"
"دلکش نظم لکھی ہے جسمین آنسوؤن کے مختلف اثرات و جذبات"
"کو ایک ایک بند مین جداگانہ طور پر نظم کیا ہے۔ انگریزی شاعری"
"مین زیادہ تر اشارات اور محذوفات سے کام لیا جاتا ہے اور"
"تھوڑے سے الفاظ مین بہت سا مطلب ادا کر دینا لٹریچر کے"
"اصول مین داخل ہے لیکن ہماری زبان مین نہ ایسے جامع الفاظ"
"موجود ہین نہ محذوفات سے کام لینے کی اجازت ہے اس"
"حالت مین ترجمہ کی دقتین محتاج تصریح نہین۔ لیکن ذیل کے"
"ترجمہ مین ہمارے نامور دوست منشی نادر علیخان صاحب نادر"

×· نوٹ۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی لاہور کیطرف اشارہ ہے۔

"کا کوری نے ان دقتون کو آسانی سے حل کردیا ہے اور مصنف"
"کے خیالات کو ہر بند مین اُسی اختصار کے ساتھ اپنی زبان مین"
"دیا ہے جو انگریزی لٹریچر کی شان ہے ۔ ہمین افسوس ہے کہ ملک"
"و قوم نے جناب **نادر** کی پوری قدر نہین کی اور اُنکے تخیل سے"
"وہ فائدہ ابھی تک نہین اُٹھایا گیا جسکی قومی انجمنون کو ضرورت"
"ہے اُنکا مجموعہ **جذبات نادر** بھی جو ایک بیش بہا تصنیف ہے"
"ملکی قدردانون کے دست شوق تک نہین پہونچا جسپر ہمارے"
"اخبارات کو جلد متوجہ ہونا چاہیے"

ایڈیٹر

جبکہ ہمدردی سے پیدا عشق کا ہوتا ہی در
اور صداقت کے لیے ہوتی ہی کافی اک نظر
ہونٹھ دیتے ہین مصنوعی تبسم سے فریب
امتحانِ عشقِ صادق ایک آنسو ہے مگر

ہے تبسم بیشتر ایک جامۂ مکر و فریب
پردہ دارِ بغض و نفرت پوشش بیم و رجا
ایک ٹھنڈھی سانس میرے واسطے کافی ہی بس
اور اک آنسو کہ میرے دردِ دل کا دے پتا

رحم اک خورشید ہے اہلِ فنا کے سر پہ اور
رکھتی ہین اُسکی شعاعین روح کو پرہیزگار
یہ شعاعین پڑگئین جسپر بھر آیا اُسکا دل
اور آنسو بنکے ٹپکا آنکھ سے دل کا بخار

پیچلی ملاح کا بادِ مخالف جب جہاز
تا کرے موجونکا وہ اطلانطک کی سامنا
دفعتہً گرداب کا دیکھا دہانِ قبر اور
ایک آنسو نے سمندر اور بھی چمکا دیا

رن پہ چڑھتا ہے سپاہی اک خیالی جو شین تاکہ تاریخون مین عظمت سے لکھین لوگ اُسکا نام
خاک سے آخر اُٹھا کر دشمنِ مجروح کو آنسوؤن سے اپنے اُسکے زخم دھوتا ہی تمام

مالِ یغما فخرِ نصرت لیکے وہ آتا ہے گھر اور کرتا ہے کمر سے دور تیغ خونچکان
ساری محنت کا عوض ہی لطفِ آغوشِ عروس جذب کر لیتا ہی جب بوسو نسے وہ اشکِ روان

اے جوانی! اے شباب! اے حاصلِ عمرِ عزیز! اے محبّت! اور اے دلچسپیِ ایّام حیف!
دیکھتا ہون تجکو پھر پھر کر نگاہِ یاس سے اور آنسو رکھتے ہین دیدار سے ناکام حیف

آہ اب اُس بت سے مین رکھتا نہین کچھ رسم و راہ گو بغیر اُسکے کبھی مجکو نہ تھا صبر و شکیب
یاد ہی جب جھوٹھی قسمین کھا کے کنجِ باغ مین ایک آنسو سے وہ کافر دیگیا مجکو فریب

غیر ہی کا وہ سہی یارب مگر زندہ رہے اب بھی اُسکے نام کی کرتا ہی عزّت دل مرا
ایک ٹھنڈھی سانس بھر کر مینے چھوڑا اپنا مال اور اک آنسو سے کی مینے معاف اُسکی خطا

اے مرے احباب! رخصت تمسے ہوتا ہون مگر ایک حسرت لیچلا ہون مین دلِ رنجور مین
گر کبھی پھر ہو جہا نمین اتفاق ایسا تو کاش جسطرح روتے جدا ہوتے ہین روتے ہی ملین

ظلمتِ شب مین جب اُڑ جائے مرا شہبازِ روح اور میرے جسمِ خاکی کو لحد کر لے قبول
میرے مدفن پر تمہارا ہو جو بھولے سے گذر یاد کر کے تم چڑھاتے جائیو اشکو نکے پھول

کاش میرا مقبرہ بھی سنگِ مرمر کا ہو
خواہشیں ایسی کیا کرتے ہیں اکثر بوالہوس
مین نہ شہرت چاہتا ہون ورنہ اپنی یادگار
انچہ میطلبیم دیخواہیم یک اشک است وبس

"لارڈ بیرن مرحوم کے ان اشکون مین اپنا وہ ایک خونین اشک"
"بھی ملا دینا مناسب وقت ہے جو ٹھیک اس نظم کے ترجمہ کے"
"بعد میری چشمِ خیال سے ٹپکا اور ناظرین درد آشنا کے دامن"
دل پر پھیل گیا۔ نادر

وہو ہذا

اشکونکا وجود جذبِ کامل سے ہی
اور اِنسے تمیز حق کی باطل سے ہی
ائین وہ صِدق ہے کہ جسکا اظہار
آنکھون سے ہی زبانسے ہی دل سے ہی

ریفارمیشن

مطبوعۂ رسالۂ "مخزن" لاہور

دل شگفتہ کیا گل تازہ کی ہو بو باس سے
دیکھتا ہون ہر ترقی کو نگاہِ یاس سے
کنزِ مخفی کی ہے اک تفسیر خاموشی مری
عین ہشیاری ہی میری خود فراموشی مری
گرچہ ہون سر در گریبان دیر سے بیٹھا ہوا
کوئی کیا جانے کہ ہون کس شغل مین ڈوبا ہوا
کچھ نہین کہتا گر جوشِ نہان رکھتا ہون مین
پیکرِ تصویر ہون لیکن زبان رکھتا ہون مین
میری مٹی ہوتی ہی برباد میرے سامنے
میری قسمت کرتی ہی فریاد میرے سامنے
لیچلا ہنستا ہوا اک شمعِ روشن عقل کی
اور اب پچھتا رہا ہون کیا غلط فہمی ہوئی
کیا دکھاتی ہی مجھے میری نگاہِ جستجو
ہو گئی مجھپر بلا اے روشنیِ طبع تو

بیخودی ہی تھی کچھ اچھی ہوشیاری سے مجھے   تیرگی بہتر تھی اس روشن خیالی سے مجھے
یان دلِ جدّت پسند اک سیر پر قانع نہین   وان کھلا میدان کوئی قدغن کوئی مانع نہین
حسنِ فانی اسطرف ہی جلوہ سازی کے لیے   چشمِ مشتاق اسطرف نظّارہ بازی کیلیے
بند مین آنکھین کیے بیٹھا رہون ممکن نہین   اپنے ہاتھون اپنے دیدے پھوڑلون ممکن نہین
لاکھ مین آنکھین چُراؤن لاکھ مین بھاگون مگر   ایک شکلِ وحشت آگین آہی جاتی ہے نظر
اور وہ شکلِ وحشت آگین کون؟ خود صورت مری   بدنما برزخ مرا- بگڑی ہوئی حالت مری
دیکھتا ہون اپنی ہی آنکھون سے اپنا انقلاب   ہاے وہ میری جوانی- ہاے وہ میرا شباب

طوطیِ آئینہ دار قیدِ تنہائی ہون مین
جلوہ گاہِ یاس و حرمان کا تماشائی ہون مین

مانیِ قدرت نے نقشہ کھینچکر اک رکھدیا   اک مرقعِ عالمِ حسنِ فنا انجام کا
آنکھ کھولے رات دن بیٹھا ہوا دیکھا کرون   ہنس پڑون آغاز پر انجام پر رویا کرون
جھومتا تھا اپنے مشکین جعد وگیسو دیکھکر   وجد مین آتا تھا اپنے خال وابرو دیکھکر
سو ادائین تھین مری اک بھولی بھالی وضع مین   ہاے کیا کیا شوخیان تھین ایک سادی وضع مین
دیکھتے ہی دیکھتے رنگ اُڑگیا تصویر کا   اور پھر کچھ دن مین شیشہ بھی نہ تھا تصویر کا
بس ورق باقی تھا لیکن اب جو کرتا ہون نظر   دھجّیان کاغذ کی ہین لٹکی ہوئی دیوار پر
اب وجودِ پیکرِ خاکی براے نام ہے   ہاے کیا آغاز تھا- افسوس کیا انجام ہے

دل شگفتہ کیا گلِ تازہ کی ہو بو باس سے
دیکھتا ہون ہر ترقّی کو نگاہِ یاس سے

ہاے دل ہی کیون دیا مجھکو دکھانیکے لیے   فرض ہی کیا تھا بنانے اور مٹانیکے لیے
کیون بنایا تھا سرے ہی سے مجھے احسن طلب   میرے پہلو مین دیا ہی کیون دلِ لذّت طلب
آئینہ علمِ حضوری کا لیے بیٹھا ہون مین   اور اپنا حالِ ابتر دیکھکر روتا ہون مین

چلد یا رستہ بتا کر مجکو میرا رہنما   کسطرف کا رخ کرون ڈھونڈھو نمین کسکی نقش پا
ایک ہی پرہول ناہموار میدان ور مین   ہر طرف ہین میری بربادی کے سامان ور مین
صورت خاشاک سیل گمرہان جاتا ہو نمین   کچھ نہین ہی سوجھتا مجکو کہان جاتا ہو نمین
گر رہا ہون کیا سہارا لون سنبھلنے کیلیے   لیکن اک تدبیر ہے دلکے بہلنے کے لیے
پال کر امید اک رفع پریشانی کرون   اور اس امید کی گہوارہ جنبانی کرون
شوق کہتا ہی کہ یارب وہ بھی دن آئے کہین   قوم کا یہ اختلاف اور تفرقہ جائے کہین
پھر کھلے چاند اور پھیلے صاف ستھری روشنی   پھر چمک اٹھین یکایک چوٹیان فاران کی
جلد اس آزادی و تقلید کا جھگڑا مٹے   حجت تثلیث اور توحید کا جھگڑا مٹے
منتظر ہون مین امام آخر الایام کا   خیر مقدم ازسر نو دعوت اسلام کا
اور اس بیمانگی مین آسرا کیا ہو مجھے   انتظار آمد مہدی و عیسی ہے مجھے

اے نوید وصل انصار و نصارا السلام
السلام اے صلح شام و خیر بطحی السلام

پروانۂ شمع

مطبوعہ رسالہ "دکن ریویو" مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

"در خدنگ نظر" جنوری سنہ ۱۹۰۱ء مین میری ایک نظم "شمع مزار" شایع ہوئی تھی جسکے یہ دو شعر"

کیا تجکو یاد آئے ترے کشتگان ناز   جانبازگان پاک نظر اور پاکباز
بیٹھی ہے انکی فاتحہ خوانی کے واسطے   تو رو رہی انکی جوانی کے واسطے

"وضاحت کا ایک بڑا پہلو دبائے ہوے تھے اور ایک"
"مضمون جداگانہ کے محتاج تھے جسکو مین اسوقت پورا کرتا ہون"

”لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اسوقت میرے سامنے نہ پروانون“
”کی جلی بھنی نعشون کا انبار ہے نہ کوئی شمع اُنکے سوگ مین“
”پُرغم ہے - ٹھیک دوپہر کا وقت ہے - نہ مین عاشقا نہ“
”شاعری کا اُس حد تک مخالف اور نہ شعرا کی شان مین گستاخی“
”میرا مقصود ہے - ذیل کی نظم کو ناظرین محض مذاقیہ نظم سمجھین“
”اور اس خادم الشعرا کے خیالات پر کوئی راے قائم“
”کرنے مین غلطی نہ کرین“

نادر

اے شمعِ بزم اے ہنر آموزِ رزمِ عشق ! — لا ریب تیری ذات سے ہی نسق و نظمِ عشق
ہی ساز و برگِ حسن تری کائنات سے — نشو و نماے عشق ہی تیری ہی ذات سے
اعلیٰ ترین شگوفہ ہی دنیا مین تیری ذات — مہکی ہوئی ہی بو سے تری نصف کائنات
پہونچی تری مہک جو ہمارے دماغ مین — آنکلے ہم بھی سیر کنان تیرے باغ مین
لیکن بتا تو مجکو یہ کاہیکا ہی سکوت ؟ — کیا سوچتی ہی مسئلہ حیّ لایموت ؟
کیا یاد آ گئے تجکو ترے کشتگان ناز ؟ — جاندادگان پاک نظر اور پاک باز ؟
بیٹھی ہی اُنکی فاتحہ خوانی کے واسطے ؟ — تو رو رہی ہی اُنکی جوانی کے واسطے ؟
اے شمع ! تیرے دلمین ہی اسکا ملال کیون ؟ — تیری جبین پہ ہی عرقِ انفعال کیون ؟
مرنا نہین ہی انکا یہ ہی انتہاے عشق — جلنا نہین ہی بلکہ یہی ہی سزاے عشق
فرہاد و قیس سب یہ پتنگے کدھر گئے — شمعِ جمالِ یار پہ جل جلکے مر گئے
عُشّاق کی حیات یہی ہی قضا یہی — رسواے عشق کی ہی ازل سے سزا یہی
عاشق خود ایک روگ ہی معشوق کیلیے — اِنکو کہان ہی موت سب انکا فریب ہی
مرتا ہی کون عشق مین ہی موت ہی کہان — ہان ہان یہ عاشقونکی ہین سب دھوکہ بازیان
مرتے ہین اور مر نہین چکتے فراق مین — کھولے پڑے ہین آنکھ کہ ہین اشتیاق مین

اک بیقرار دل ہے۔ وہ اتنا عزیز ہے
گویا بڑی متاع۔ بڑی کوئی چیز ہے
بیٹھے تو ہین کلیجے مین اپنے چھپا کے دل
اک غُل ہی ایک شور مچا ہی کہ ہاے دل
نالان ہین دل لیسے کہ کھونیکا غم بھی ہی
شوقِ ستم بھی شکوۂ جور و ستم بھی ہی
اکبار آگے بجگئے ڈیوڑھی مین صبح کو
اُٹھتے نہین ہین اب کہ مرا دل لیا ہی دو
پھر کیا مجال ہی کوئی اندر قدم دھرے
جو اُس گلی مین ہو کے چلے وہ رقیب ہی
اغیار اور اُن پہ وہ بُہتان کہ الامان
اتنی سی بات اس پہ وہ طوفان کہ الامان
سو بار کان دھر کے سنو ماجراے دل
اُسپر گلہ کہ سُن نہ لیا مدعاے دل
ابتک یہی نہ صاف کھُلا کیا ہے مدعا
آخر ہے لفظِ وصل سے انکی مراد کیا
گھیرے کھڑے ہین راہ مین پایا جہان کہین
نظّارہ بازیان ہین فقط اور کچھ نہین
اچھا کسیکا حُسن جہانسوز ہی تو ہے
کیون دیکھے کوئی آنکھین ہی اپنی نہ پھوڑ لے
رکھین تو دل مین حسرتِ نظّارۂ مزید
اُسپر کلام یہ کہ نہین ہمکو تابِ دید
کسکا وصال اور کہان کا پیامِ وصل
بس لذّتِ نگاہ کا رکھا ہے نامِ وصل
کچھ اور مشغلہ نہ سہی عاشقی سہی ✤
بیکار ہی تو بیٹھے ہین اچھا یہی سہی ✤
رسوائیان کسیکی ہون انکی بلا سے ہون
اِنکو تو دل لگی ہی یہ چاہین خدا سے ہون
سو عیب ایک بات مین پیدا کرین یہ لوگ
ساتھ اپنے دوسرے کو بھی رسوا کرین یہ لوگ
کوئی تمیز کوئی سمجھ کوئی ڈھب نہین
انکو کسی کا پاس کسی کا ادب نہین
ہر ایک سے چھڑی ہوئی ہی داستانِ وصل
تہذیب یہ کہ فخر ہے انکو بیانِ وصل
سب کچھ دبی زبان سے کہا اور کچھ نہین
واسوخت لکھ کے پھینکدیا اور کچھ نہین
کیا اُٹھ رہا۔ ہوئی نہین کیا کیا فضیحتی
یہ پاکِ حسن جسکی یہ تھکا فضیحتی ✤
اے شمع کس خیال مین ہے قتلِ عام کر
پروانون کا خیال نہ کر اپنا کام کر
خس کم جہان پاک سیہ ہنگامہ جائے تو
اچھا ہوا مرے کہ ترے کام آسے تو

خوش آنکہ در وفاے بتان از جہان گذشت
زین بوستان براسے دلِ دوستان گذشت۔

دریا کو نہ دیکھ اُسکی روانی کو دیکھ
نیسان کو نہین گہر فشانی کو دیکھ
میرا منھ دیکھتا ہی تو اسے سامع
مجکو نہین میری خوش بیانی کو دیکھ

شانِ نزول

یون تو مشکل ہے ہر علاج مگر
مرض بھی وہ جو کر گیا ہو طول
جبکہ مطلق نہو سکے تشخیص
کہ یہ مدقوق یا کہ ہے مسلول
مرض اور عرض جب ہون دونون ایک
شکلِ ادغام علت و معلول
مضمحل سب جوارح و احشا
منتشر سب قواے حس و عقول
ہوش کیسے حواس تک ساقط
عقل کیسی دماغ تک کمفول
گر دوا دے بھی اُسکو کوئی طبیب
تجربہ کار حاذق و معقول
اُس پہ طعن وطرز یہ کہکر
لکھ گئے آکے نسخہ اُول جلُول
اتنی کڑوی دوا معاذ اللہ
فائدہ اور اُس مین خاک نہ دھول
سنکھیا تو نہین ملا لائے
زہر کا اسمین تو نہین ہے شمول
اس دوا سے تو ہے قضا اچھی
ایسے جینے سے موت ہمکو قبول
چھوڑ جائے جسے یہ کہکے طبیب
اب دوا درمن اسکی سب ہے فضول

ہین مبارک اُسے وہ نیم حکیم
جنکو پہلے یہ فکر کچھ ہو وصول

آجکل قوم کے سرِ بالین | بیٹھے بیٹھے جو ہو رہا ہون ملول
اُسکے بکھرے ہوے تمام افراد | اُسکے بگڑے ہوے فروع واصول

میری آنکھون مین پھر رہے ہین یہ
اس قطعہ بند کی ہے شانِ نزول

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

مطبوعۂ رسالہ "زمانہ" بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۴ع

ہوا جو بادیہ پیما مین سوے شہرِ شعور | تو راستہ مین غضب کا پڑا النشیب و فراز
بڑی تو پہلے مجھے آپڑی یہی دقّت | کہ اس سفر کا کرون کسطرحسے مین آغاز
کرُوڑہا تھے مرے ہمسفر گروہ گروہ | نئی تراشِش نئی وضع اور نیا انداز
مجھے یہ سوچ کہ یارب مین ہو رہون کسکا | ہے اِن تمام گروہون مین کو نسا ممتاز
کوئی تھا عاشقِ سرمستِ جامِ فقر و فنا | کوئی تھا والہ و شیدائے دولت و اعزاز
کہین حریفون مین تھا شورِ ایہا الساقی | کہین حسینون مین ہنگامۂ کرشمہ و ناز
کچھ اُنمین روتے تھے یعنی ہین قوم کی ہمدرد | کچھ اُنمین گاتے تھے یعنی یہ ہین ترانہ نواز
کوئی زمین پہ اُڑاتا تھا مکھیان اپنی | کچھ آسمان پہ مثلِ کبوتر و شہباز
غرضکہ دیکھ کے اُنکا وہ جوش اور وہ خروش | وہ قوت پر و بازو وہ ہمتِ تگ و تاز
ہوا کچھ ایسی پرون مین بھری کہ دلنے مرے | کہا کہ تو بھی دکھا اپنی قوّتِ پرواز
قریبِ شہر جو پہونچا تو بابِ عالی پہ | لکھی ہوئی تھی بخطِّ جلی یہ آیتِ راز

کہ اے مسافرِ این کاروانِ سرِ از نہار
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

دھرتی ماتا

مطبوعہ رسالہ مخزن لاہور ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ع

اے مری دھرتی ماتا مائی ۔ اے سارے سنسار کی دائی
بوڑھے بچے پالنے والی ۔ کچے سبچے پالنے والی
آدم و حوا کی اولادین ۔ سب ہین تیری ہی اولادین
تیرے پیٹ پہ رووین گاوین ۔ ناچین کودین شور مچاوین
تجھ سے پیدا چڑیا چنگل ۔ طوطے ۔ مینا ۔ شاما ۔ بلبل
کالی گھٹائین ساقن تیری ۔ باد بہاری مالن تیری
باغ مین ہے ہریالا تیرا ۔ گاتی ہے بلبل سہرا تیرا
ساون بھادون کی رُت آوے ۔ اور پپیہا شور مچاوے
کالی گھٹا سے پانی برسے ۔ پانی کیسا موتی برسے
کیوڑا مہکے بیلا پھولے ۔ ڈال پہ بلبل جھولا جھولے

آہا ۔ کیسے مزے ہین
کیا کیا یہ ہم دیکھ رہے ہین

قدرت کی اے راج دُلاری ۔ اے سارے سنسار کی پیاری
مجکو سیر دکھانے والی ۔ میرا دل بہلانے والی
اے مری جانی اے مری بوجھی ۔ میرے ساتھ کی کھیلی کودی
ایک زمانہ تک تو کتنی ۔ میری نظرون مین تھی پیاری
آہ مرے بچپن کا زمانہ ۔ وہ مرا بھولا بھالا زمانہ
جب مین واقف بھی نہ تھا اس سے ۔ جینا کیا ہے مرنا کیا ہے

اور وہ میری بیفکر جوانی   غفلت مین جو مین نے کاٹی
لیکر تیرا سودا سر مین   دیس بدیس مین سیر و سفر مین
پھرتا تھا مین مارا مارا   تیری محبت مین آوارا
آہ مجھے سب یاد ہے ابتک   کتنی تو دلچسپ تھی جب تک
سبزہ تیرا فرش تھا میرا   برسون مین ہون اُسپر لوٹا
تیرے باغ اور تیرے جنگل   تیرے اکھاڑے تیرے دنگل
تیرے کھیت اور تیری جھیلین   تیری دُکانین تیری سبیلین
برسون مین ہون اُنمین گھوما   سیرین کین اور دیکھا بھالا
تیری نہر کا بہتا پانی   برسون دیکھی اُسکی روانی
گھنٹون بیٹھا ہون مین جاکر   پانون پانی مین لٹکاکر
وہ تیری پُر تفریح ترائی   برسون مین نے ہوا ہی کھائی
کھیلا ہون مین کرکٹ اکثر   تیرے گیندے کے گیند بناکر
ہری بھری پھلواریان تیری   وہ بیلے کی جھاڑیان تیری
پھرتی ہین یون میری نظر مین   پائین باغ ہو جیسے گھر مین
یاد ہے مجکو جب مین چڑھکر   ایک پہاڑی کی چوٹی پر
شاخ پر ایک درخت کے بیٹھا   کرتا تھا مین تیرا نظارا
کوسون تک وہ تیرا سبزا   دھانی۔ ماشی۔ کاہی۔ بھورا
کوسون تک وہ تیرے میدان   ستھرے۔ صاف۔ چٹیلے میدان
چھٹکی چھٹکی جھاڑیان اُسپر   قدرت کی گلکاریان اُسپر
تال تلیان۔ دریا۔ ریتی   باغ۔ چمن۔ آبادی۔ کھیتی
ایسے تھے سب میری نظر مین   پائین باغ ہو جیسے گھر مین

جب مین یہ سب دیکھ رہا تھا　　خوش تھا دل اور یہ کہتا تھا
حدِّ نظر کو اور بڑھاؤن　　ایسی بلندی پر چڑھ جاؤن
ایسی چوٹی پر بیٹھون مین　　صاف جہان سے دیکھ سکون مین
شہر اور صوبے گاؤن اور قصبے　　بکھرے بکھرے۔ چھٹکے چھٹکے
سارا قدرت کا فرنیچر　　میرے آگے آئے سمٹ کر
ساری انسانی آبادی　　یعنی دُنیا کی آبادی
میرے آگے کھیل رہی ہو　　روتی گاتی اور ہنستی ہو
اس محویت مین جب مین تھا　　مجکو ہوا معلوم کہ گویا
کوئی مجکو کھینچ رہا ہے　　چونک پڑا مین کون ہے کیا ہے؟
لیکن آہ نہ جانا مین نے　　تجکو نہ تھا پہچانا مین نے
اب جو مین نے ہوش سنبھالا　　غور سے تجکو دیکھا بھالا
کھُل گئی تیری ظاہرداری　　دھوکہ بازی اور مکّاری
یعنی کشش وہ تیری ہی تھی　　تو ہی مجکو کھینچ رہی تھی

آخر تو نے گرا کر چھوڑا
خاک مین مجکو ملا کر چھوڑا

اے مری جھوٹے وعدون والی　　چکنی چپڑی باتون والی
جسکی دوست اُسی کی دشمن　　جسکی مولد اُسی کی مدفن
جسکو سنوارے اُسکو بگاڑے　　جسکو پالے اُسی کو مارے
جانی دشمن اچھی خاصی　　جان کی بھوکی خون کی پیاسی
لاکھون چڑیا جنگل کھائے　　لاکھون مردے منھ مین دبائے
لاکھون پالے لاکھون مارے　　لاکھون توپے لاکھون گاڑے

جھگڑے پیدا کرنے والی — فتنے برپا کرنے والی
لڑوا دینا کام ہے تیرا — بس بہرا بسوہ نام ہے تیرا
تیری ذات کا سارا جھگڑا — آئے دن کا خون خرابا
جسکو تو نے آہ ہنسایا — آٹھ آٹھ آنسو اُسکو رُلایا
تیری دکان پر جو آ بیٹھے — اُلٹے اُس سے تو ہی اینٹھے
راجہ پرجا اور سپاہی — سادہو جوگی اور سنیاسی
اول اول ریجھے تجھ پر — پھر جو دیکھے تیرے چلتر
ایسے ایسے چرکے کھائے — وہ وہ صدمے دل پہ اُٹھائے
خون کے آنسو اُٹھے رو کر — ایسے گئے ناخوش ہو کر

پھر نہ تیری صورت دیکھی
اور نہ اپنی شکل دکھائی

"اے ہمصفیر میرے سینے میں دل نہیں ہے"

مطبوعہ رسالۂ مخزن جنوری ۱۹۰۴ء

میں کیا کروں جو نکلیں نالے بھی غیر موزون — موزونیٔ طبیعت اک دین ہے خدا کی
مرغِ قفس ہوں گھبرا گھبرا کے چیخ اٹھا ہوں — فرصت کہاں ہے مجکو نغمہ کی اور صدا کی
شاعر ہوں نہیں نہ حاشا شاعر کا ہوں پڑوسی — ہاں مشق کر رہا ہوں فریادِ بے صدا کی
کیوں عشق کا لگاؤں میں روگ اپنی جان کو — اور کیوں کروں مسیحا سے التجا دوا کی
انسان آپ حسن انسان پر ہو عاشق — یہ عاشقی نہیں ہے نخوت ہے انتہا کی
اور ہو بھی تو نتیجہ اسکا یہ ہے کہ دل میں — سوفار کی خلش ہے کاوش ہے خارپا کی

معشوق کو کس عاشق نے پاک دل سے چاہا — کس مہ جبین نے اپنے جانباز سے وفا کی
کیا عاشقی یہی ہے لکھا کرون قصیدے — تعریف مین حیا کی انداز کی ادا کی
مین ننگ جانتا ہون مضمون ناف و پستان — تفضیح اور اپنے محبوب دلربا کی
ہے مجکو وصل و ہجران دونون مین ایک لذت — فرقت سے ہون نہ نالان قسمت کا ہون نہ شاکی
اے عاشقو بتاؤ دل کیا ہوا تمھارا — اے مرنے والو اتنے جان عزیز کیا کی
اے میکشو تم اتنی کیون پیگئے کہ اب تم — بیخود پڑے ہوے ہو سر کی خبر نہ پا کی
اے گلبن سخن کے دیرینہ باغبانو — دیکھو بہار میرے صحراے پر فضا کی
قدرت نے پاک ہاتھون سے یہ چمن لگایا — شاہد ہے اس پہ بلبل کے آنسوؤنکی پاکی
اس پاک و صاف گلشن مین آہ ایک کویل — تانین ٹھہر ٹھہر کر لیتی ہے کس بلا کی
ہر چند کوک اسکی سیدھی سی اک صدا ہے — تاثیر اس صدا مین لیکن ہے انتہا کی
قانون تار و پود قدرت کا بج رہا ہے — اور بہہ رہا ہے نغمہ امواج مین ہوا کی
جنبش سے شاخ گل کی ہے شکل وجد پیدا — پتّون کی تالیون مین ہے شان مرحبا کی
اے شاعرو تمھاری قوال گائین غزلین — محفل مین اور گونجے آواز واہ وا کی
یہ لذت مسرت تمکو رہے مبارک — مین نے خوشی سے تمکو بخشی تھین ہبا کی
رقت اس "آہی آہی"[1] پر ہو تمھین کہ مجکو — سودا نہین کہ ناچون آواز پر درا کی
مین شورش جہان سے خود دور بھاگتا ہون — پروا نہین ہے مجکو تحسین و مرحبا کی
اس شاعری مین مجکو بتلاؤ ملگیا کیا — شاہ دکن نے مجکو جاگیر کچھ عطا کی
ہان پاگیا بہت سے مین ہمخیال اپنے — میرے لیے بہت کچھ نعمت ہے یہ خدا کی
دن رات میری پرنم آنکھون مین پھر رہی ہین — دیرینہ صحبتین اُن دیرینہ آشنا کی
جو دور کالے کوسون سے کان ہین لگائے — آواز پر وطن کے مرغان خوشنوا کی

[1] "آہی آہی" محفل حال و قال مین قوالونکی وہ صدا جس پر وہ زیادہ زور دے کر گاتے ہین -

فوٹوگراف مین جو بھر بھر کے لیگئے ہین | یہ خوشگوار آہین نادر سخن سرا کی
اور آہ وہ جوانی کی نیند سونے والے | جو بیخبر پڑے ہین آغوش مین فنا کی
جب یاد آگئے ہین آنسو نکل پڑے ہین | اور ہاتھ اُٹھا کے مین نے اُنکے لیے دعا کی

اے ہمصفیر میرے سینے مین دل نہین ہے
اک فرد ہاتھ مین ہے یارانِ با صفا کی

رات کے بجین گھنٹے

مطبوعۂ رسالۂ "مخزن" فروری ۱۹۰۵ء

"دس گیارہ بجے رات کو سناٹے اور خاموشی کے عالم مین چاند کا" "نظارہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے جسکو ہم روزانہ دیکھتے ہین اور روزانہ" "ایک نئی دلچسپی پاتے ہین لیکن اِس سے بھی زیادہ دلچسپ وہ نظارہ" "ہے جسکو شاعرانہ مشاہدہ کہتے ہین جبکہ ایک شاعر کسی قدرتی حسن کو" "دیکھتے دیکھتے یا اُس کے خط و خال کی تصویر کھینچتے کھینچتے ایکبار" "اُسکی اندرونی خوبیون اُسکے کیرکٹر اور اُس کے اخلاقی اثر کا قد آدم" "آئینہ اپنے سامنے رکھ لے اور جب وہ اُس آئینہ مین خود اپنے" "حسن و عیب کا مشاہدہ کر کے متاثر ہو یا دوسرون پر اُسکا عکس ڈالے"

"ذیل کے پہلے بند مین شاعر چاند کا سطحی مشاہدہ کرتا ہے۔" پھر بلند ہو کر اُسکا مدِّ مقابل بنتا ہے اور آخر مین انسانی کارنامون" اور نظامِ ہستی پر روشنی ڈالتا ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید | قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

"گھرے تاریک خیالات مین ڈوب جاتا ہے"

دنیا تمام غفلت کی نیند سو رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ور شور شِ جہان تک خاموش ہو رہی تھی
سناٹا کُل فضاے عالم مین چھا چکا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پچھلے پہر کا گھنٹہ "بارہ بجا" کا تھا
وقتِ روان کا ہر دم ہوتا تھا یہ اشارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے سونے والو! دیکھو تم مجکو آشکارا
تیرا قدم ازل سے کُل کائنات پر ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اک نقش پا ہی دن پر اور ایک رات پر ہی
خمخانۂ فلک مین رندون کا جمگھٹا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محفل سکوت کی تھی اور دور چل رہا تھا
جوئی ۔۔۔ کی تھی اک جوے نور جاری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور روشنی کا گویا برسا رہی تھی پانی
مین نے جو غور کر کے دیکھا تو چاند تھا وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بادل کی جھاڑیون مین تھا راہ ڈھونڈھتا وہ

تنہائی محض نے ایسا مجھے اُبھارا
بے اختیار ہو کر مین نے اُسے "پکارا"

اے پھرنے والے دشتِ غربت مین آسمان کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے رہ نورد یوسف انجم کے کاروان کے!
اے رات کے مسافر بے زادِ راہ و سامان! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کس منھ سے اپنے گھر ہم تجکو بلائین مہمان
گھر کیسا آہ! گھر بھی تو یان کوئی نہین ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر شے مین غیریت ہی ہر چیز اجنبی ہی
لیکن نہین بتانے کو تیرا ساتھ مین ہون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چل جسطرف کو چلنا ہی تیرے ساتھ مین ہون
اِس دیس مین ہوا ہون آ کر تباہ مَین بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیری طرح چلا ہون بے زادِ راہ مین بھی
پھرتا ہون زندگانی کے توسنِ روان پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اک پانون ہی زمین پر اور ایک آسمان پر
تیری طرح اُبھر کر جاتا ہون ڈوب مَین بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی طلوع ہوتا ہون! در غروب مَین بھی
گھیرے ہوے مجھے بھی تاریکیِ محن ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیری طرح سے میرے بھی واسطے گہن ہی
یعنی ہون گاہ روشن! ور گاہ ماند مین ہون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس ایک چاند تو ہی اور ایک چاند مین ہون
تو وہ کہ تجھسے روشن رہتی ہی آدھی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مَین وہ کہ مجھسے رونق پکڑے ہی ساری دنیا
ساری زمین پر "انجم" ہی میری روشنی سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دن ہو رہا ہی میری بجلی کی روشنی سے

اے ماہ آسمان ہن آن ذرۂ زمینیم
صد ماہ چون تو پنہان در جیب و آستینیم

اے چاند حال میرا تجھسے چھپا نہین ہی — تو اور مین ہون کوئی یان دوسرا نہین ہی
یہ سب تو شاعرانہ میری تعلّیان تھین — لفاظیان تھین اور سب رنگین بیانیان تھین
سُن کان دھر کے اپنی بیتی تجھے سناؤن — میرا تو حال یہ ہی مین تجھسے کیا چھپاؤن
طوفان کا جیسے مارا ساحل کو ڈھونڈھتا ہو — یا وہ تھکا ہوا جو منزل کو ڈھونڈھتا ہو
یا جیسے وہ پتنگا جو کھیل جائے جی پر — اور دوڑ کر گرے جو بجلی کی روشنی پر
یا جسطرح وہ بیوہ جو غم مین جل رہی ہو — اور خاک اپنے شوہر کی جو کُھریدتی ہو
صدیان گذر گئی ہین مجکو تلاش کرتے — خالق کو اور اُسکے اسرار فاش کرتے
جانچی ہین مین نے برسون خورشید کی شعاعین — ذرون پہ مین نے برسون دوڑائی ہین نگاہین
تہ تک سمندرون ہین غوطے لگا گیا ہون — پتال تک زمین کے اندر چلا گیا ہون
تحت الثریٰ سے گذرا اُڑتا زقند بھرتا — اجرام پھاڑتا اور اجسام قطع کرتا
چمکا کبھی اُفق پر خورشید شرق بنکر — تڑپا کبھی فضاے عالم مین برق بنکر
اونچا بہت غبارون مین بیٹھکر اُڑا ہون — بادل مین چھپ گیا ہون تارون مین مل گیا ہون
سیر عدم کر آیا مین اپیشل اُڑاتا — گذرا صراط پر سے بائیسکل اُڑاتا
جنت مین جاکے وعدے لے آیا حور سی مین — دوزخ کا دیکھ آیا دروازہ دُور سے مین
شمس و نجوم کی مین رفتار دیکھ آیا — اور کائنات کے کل اسرار دیکھ آیا
کیا دورہ کواکب اور کیا قیام شمسی — دیکھا پڑا ہے میرا سارا نظام شمسی
گردش کی شکل مین نے اسطرح کھینچدی ہی — گویا زمین میری اُنگلی پہ گھومتی ہی
دنیا کا کام سارا مجھسے نکل رہا ہی — یہ کارخانہ میرے پُرزون سے چل رہا ہی
لیکن تمام اس سرگردانی کا نتیجا — یہ ہی کہ سر جھکا کے افکار مین ہون بیٹھا

تحقیق اور تجسس کے دام مین پھنسا ہون ‏ وسواس مین گھرا ہون اوہام مین پھنسا ہون
کہنے کو ہو نمین فارغ کہلانے کو ہون کامل ‏ جو چیز ہے فراغت مجھ کو کہان ہی حاصل
سب زندگی کی خوشیان مین خاک مین ملا کر ‏ بیٹھا ہون دونون ہاتھون پہ اب دھرے ہوے سر
صحرا مین آہو بھرتے ہین جب کلیلین ‏ بے فکر ہو کے جب وہ سبزہ پہ لوٹتے ہین
گرتے ہین جبکہ بھونرے پھولونکے جام پی کر ‏ جب بلبلین مچاتی ہین شور شاخ گل پر
چشمون پہ غول باندھی چڑیان جب گری ہین ‏ جب وہ پرون سے اپنے پانی اچھالتی ہین
اُسوقت میرے دل پر اک ابر چھا گیا ہی ‏ اور وہ برس کے گھنٹون مجکو رُلا گیا ہی
اُسوقت مین نے جانا بس زندگی یہی ہی ‏ اصلی خوشی یہی ہے زندہ دلی یہی ہی
پھر سوچکر کہ میرا کیا حال ہی مین کیا ہون ‏ بس چوندھیا گیا ہون ایسا کہ چیخ اُٹھا ہون
باز آیا علم و فن کی مین ایسی روشنی سے ‏ گذرا مین ایسے جینے اور ایسی زندگی سے
اے لذتون کے پھندو تم میری جان چھوڑو ‏ اے حوصلو مجھے تم کوئی تو آن چھوڑو
اے علم مین فضیلت سے تیری باز آیا ‏ اے عقل مین ہدایت سے تیری باز آیا
روز اک نہ اک بکھیڑا تو نے لگا دیا ہی ‏ جب تو نے راے دی ہی مجکو پھنسا دیا ہی
اے عشق تجھسے پیچھا اپنا چھڑا رہا ہون ‏ اے شوق جان اپنی تجھسے بچا رہا ہون
جس راہ تمنے چاہا ہی مجکو لیچلے ہو ‏ تم کھینچتے چلے ہو تم ٹھیلتے چلے ہو
آہ اے امید تو نے مجکو بہت تھکایا ‏ اے آرزو لگے پودھو کچھ تمسے پھل نہ پایا
اے جذب حسن اور اے جوش شباب رخصت ‏ اے ذوق شوق عشق خانہ خراب رخصت
بس اے عروس دنیا اب مین الگ ہونگا ‏ اب اے بہشت تجکو مین لیکے کیا کرونگا

در محفلے کہ یاران شُرب مدام کردند
چون نوبت من آمد آتش بہ جام کردند

اے چاند ڈوبے ہین اور اب مین تھک گیا ہون ‏ یہ نیند کا نشہ ہی جو کچھ بہک گیا ہون

نغمانہ سن چکا تو میرا مری زبانی
زنہار تو کسی سے کہنا نہ یہ کہانی

تو شورشِ جہان مین مہرِ سکوتِ شب ہی
لوحِ طلسم ہی تو ٹوٹا تو بس غضب ہی

ہین سربمہرِ قدرت کے راز تیرے سر مین
اس میکدے کی کنجی ہی تیری ہی کمر مین

مین ہون کلیم تیرا اور کوہِ طور تو ہی
نادر کے مال یغما مین کوہِ نور تو ہی

پروانہ مین ازل سے تیرے چراغ کا ہون
بچپن سے جرعہ کش مین تیرے ایاغ کا ہون

اے جامِ خوابِ راحت میرے قریب آجا
آنکھون مین میری ملجا دلمین مرے سما جا

یہ تھوڑی رات جو ہی کٹجائے مجکو سوتے
اور تازہ دم مین اُٹھون ایسا کہ صبح ہوتے

رکھدون طلسمِ بحرِ ظلمت کو توڑ کر مین
موتی کیطرح نکلون دامن نچوڑ کر مین

بس آنکھ بند کر کے خاموش ہو گیا مین
دو جھونکے ایسے آئے مجکو کہ سو گیا مین

شاعری

مطبوعۂ رسالۂ مخزن لاہور بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۰۵ء

تونے مجکو آہ کیون چھیڑا عروسِ شاعری
تجکو اک معذور سے امید تھی کس بات کی

حافظ و خسرو کی ہی تو صحبتین پائی ہوئی
مصحفی و میر کی آنکھین ہی تو دیکھی ہوئی

چاہتی ہی مجھسے کیا لائی ہی کیا میرے لیے
تنگ ہی مضمون جدو ناف کا میرے لیے

شاعری گانا ہی اتنا تو مجھے تسلیم ہی
یہ[1] تو گانا بھی نہین ہی ناچ کی تعلیم ہی

چبھ رہی ہین میرے دلمین یہ تری گلبازیان
کچھ بھلی لگتی نہین مجکو تری یہ شوخیان

کوئی بانکا کوئی ترچھا حسبِ مرضی ڈھونڈھ لے
لکھنؤ سارا پڑا ہی اور کوئی ڈھونڈھ لے

---

[1] یعنی تغزل کی عاشقانہ شاعری۔

تو مرے قابل نہین ہی مین ترے قابل نہین — مجکو جو سامان ہین نہ کار وہ حاصل نہین
دن کو اک گلشن ہی جسمین پھول کچھ کانٹے ہین کچھ — رات کو اک آسمان اک چاند اور تارے ہین کچھ
سال پیچھے یا کبھی کالی گھٹا کچھ آگئی — لیکن اُس سے بھی طبیعت اب مری گھبرا گئی
میز پر کچھ جام۔ کچھ ساغر۔ کوئی پیمانہ ہی — یہ مرا سامان دلچسپی ہے یہ میخانہ ہی
بس یہ پونجی یہ اساسہ ہی ترے نوشاہ کا — میرے گھر مین کیا ہی مین ہون اور نام اللہ کا
سبزہ و گل کا جو باقی رہگیا ہی اک لباس — ماہ انجم کی جو اک چادر رہی ہی میرے پاس
کب تک اُس جامہ کو پہناؤن تجھے دھوکے مین — جسکی رنگت کہتی ہی اُڑ جاؤنگی بو ہو کے مین
آہ! یہ سونے کی تجھپر انتیان اچھی نہین — یہ پُرانی تیلکرٹی کی بجلیان اچھی نہین
تیرے گیسو کو بساتا نافۂ مشک ختن — کان مین ہوتا ترے آویزۂ لعل یمن
کیا بتاؤن مُلک نے کوئی مدد تیری نہ کی — اور زمانہ کی کشاکش نے مجھے فرصت نہ دی
مین پنھا دیتا تجھے قدرت کے ہاتھونکا لباس — یعنی سب پھولونکا گہنا اور پھولونکا لباس
پھول وہ[۱] پنجاب کے اور یا اودھ کے بھی نہین — اُنکا رنگ اچھا نہین اور اُنکی بو اچھی نہین
چین کے[۲] - اسپین کے۔ ٹرکی کی اور اٹلی کی پھول — خوشنما۔ خوشرنگ خوشبودار تازے تازے پھول
ہند کی اک پاک دیوی مین بنا دیتا تجھے — اور گلرویان لندن مین بٹھا دیتا تجھے

× × × × × × × ×

شاعرون کو روز اک نیا نئی درکار ہی — شاعری کو آئے دن اک تازگی درکار ہی
سیکڑون ملکون کی ہو شاعر ہوا کھائے ہوئے — اور ہو سیر و سیاحت کی سند پائے ہوئے
اُسکا دل کیا ہو بس اک اچھی نمایشگاہ ہو — جس مین قدرت کی ہر اک ایجاد خاطر خواہ ہو
سیر ہو۔ سامان ہو۔ تفریح ہو۔ گلگشت ہو — بحر بے پایان ہو ساحل ہو جبل ہو دشت ہو
یہ مناظر مجکو قدرت سے کوئی حاصل نہین — اک قفس مین مرغ ہی سینہ مین میرے دل نہین

[۱] پنجاب سے اشارہ دہلی اور اودھ سے لکھنؤ۔ [۲] ان ممالک کا گلاب مشہور ہے۔

مانگتا شہباز و شاہین سے ہون شہپر مستعار — کوئی لادے آہ! مجکو تختِ اندر مستعار
دو گھڑی کر آؤن سیرِ ساحلِ پُر شورِ نیل — دیکھ آؤن بالٹک کی پُر فضا خاموش جھیل
کھینچ لاؤن کوہِ آتشبار کی تصویر مین — ہند مین روشن کر دون سیلون کی تنویر مین
منتقل کر دون مین امریکہ سے چاندیکا پہاڑ[۱] — مشتعل کر دون مین اک ایورسٹ کیا سارا پہاڑ
پاس سے دیکھون مین جا کر آبشارِ نیاگرا — پونچھ لون دامن سے چشمِ اشکبارِ نیاگرا

× × × × × × × ×

آہ یہ یکسانیت اچھی نہین اوقات کی — آفرینش اسمین ہو سکتی نہین جذبات کی
روز اک گلشن نیا ہو سیر کرنیکے لیے — روز اک پیکر نئی ہو رنگ بھرنیکے لیے
مجکو فرسودہ مضامین تو پسندیدہ نہین — غیر کے معشوق پر ہرگز مین گرویدہ نہین
اے سخنور! تو مری شیوا بیانی پر نہ جا — تو مرے بحرِ طبیعت کی روانی پر نہ جا
بہہ رہا اس بحر مین خاشاک بھی اور گل بھی ہے — اس قفس مین زاغ بھی ہے بند اور بلبل بھی ہے
مین نے مانا لوگ کہتے ہین یہ چشمہ پاک ہے — لیکن اسکی تہہ مین جھک کر دیکھ کتنی خاک ہے
جو مرقع کھینچ ڈالے مین نے وہ فرضی ہین سب — کیسے اصلی۔ آہ! نقلی بلکہ در نقلی ہین سب
جانتا ہون حسنِ ہر پیکر کی اصلیت کو مین — تازگی کو ڈھونڈھتا پھرتا ہون اور جدت کو مین
دشتِ غربت کو چلا ہون مین وطن کو چھوڑ کر — جا ترا ٹیمس کی گنگا و جمن کو چھوڑ کر

لیچلا جوشِ طبیعت بے سر و بے پا مجھے
مل رہیگا کوئی تو اللہ کا پیارا مجھے

---

[۱] دائٹ ماونٹ

"چاکِ ہزار"

مطبوعۂ اخبار آزاد ۱۵-فروری سنہ ۱۹۰۶ء

منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ آزاد نے مندرجۂ ذیل عبارت مین اس نظم پر ریمارک کیا

"اس دفعہ ہم جناب نادر علیخان صاحب نادر کی رباعیان"
"بغرض تفریح ناظرین و اظہار اصلاح طرز بیان و تخیل شاعرانہ"
"درج ذیل کرتے ہین - اس سے معلوم ہوگا کہ آجکل کے موافق"
"مذاق شاعرانہ کیا اور کس ڈھنگ کا ہونا چاہیے اور شعرا کو"
"کس جانب توجہ فرمانا چاہیے"

بنے زیرِ زمین ہین تیرہ و تاریک تہخانے
شگاف اُنمین دیا ہی شوخیِ طبعِ سخنور نے
شعاعین پڑ رہی ہین ایسے ظرفونکی قطارون پر
اجل بھرتی ہی جنکو اور فنا دیتی نہین بھرنے

برس کر ابر نے اکبار جل تھل بھر دیے سارے
مگر سب رفتہ رفتہ اُڑ گیا وہ ابخرے ہوکر
جہان سے آکے فوارے کا پانی پھوٹ نکلا تھا
وہان پھر جا رہا سبزے پہ بہہ کر نہر سے ہوکر

ہزارون گہرے گہرے نقش کھینچے کلکِ قدرت نے
مگر لوحِ زمین پر ہی اثر باقی کہان اُنکا
ہزارون غرق بیڑے ہوگئے اس بحر مین لیکن
سمندر کی سطح پر کوئی دکھلاوے نشان اُنکا

سیا کرتا ہی بوقلمون زمانہ سبزہ وگل سے
نیا جوڑا نیا جامہ زمین کے جسمِ عریان کا
قبائے قالبِ خاکی مین چاک آیا جہان کوئی
اجل دیتی ہی پیوندِ زمین کر کے وہین ٹانکا

بہارِ تازہ کی صورت نئی کینچل بدلتی ہے
قبا اُس نقرئی کھونٹی سے گرتی ہے مگر دیکھو
کثافت سے ہے کوئی روح جب اندر نگین ہوتی
کہ اِس انداز متانت سے کہ آہٹ تک نہیں ہوتی

کڑک بادل کی کیا ہے اور بجلی کی چمک کیا ہے
یہ طبعیات اور سائنس کے ہین سب پروفیسر
بخاراتِ زمین کیون اُٹھ رہے ہر دم ہوا پر ہین
کھڑے دیتے ہین اسپیچین سُناتے اپنے لکچر ہین

پے اِرواحِ رحمِ مادری ضربین سلامی کی
کہ اِس ہنگامۂ ہستی سے بچّے ہو رہے واقف
ندائین ہین حوادث کی اگر انکو کوئی سمجھے
ولادت وہ نہ سمجھے بلکہ اک اُفتاد ہی سمجھے

جھجک کر مرنیوالا بند کر لیتا ہے آنکھون کو
اِسی اِتنی جگہ مین تیرا دفانی ٹھکانا ہے
دکھاتی ہے اجل جب قبر اور یہ کہکے ہنستی ہے
اگر یہ جان دینے سے بھی ملجائے تو سستی ہے

سکوتِ شام مین جب تیرگی نے بند کین راہین
فنا کا گونج اُٹھا ایک ایسا پُر اثر نغمہ
ہوا نے روک دی رفتار اپنی جب نیستان مین
کہ آبادیِ عالم لگئی شہرِ خموشان مین

غرض یہ وقت جب انسان پر آنے ہی والا ہے
جب اکدن قبر مین جانا ہی ٹھہرا تو یہ لازم ہے
تو اُسکو چاہیے پہلے ہی سے تیار ہو جانا
بنا کر قبر اپنی آپ تکیہ دار ہو جانا

بنائین بوالہوس مرمر کے روضے اُن مقامون پر
اگر دایم بقا قسمت مین ہے اُس مرنیوالے کی
جہان ہو کھیت سبزہ کا جہان پھولونکا خرمن ہو
دلِ عالم مین جسکے خارِ حسرت کا نشیمن ہو

پُرانی دنیا کا نیا انتظام

ایک مذاقیہ نظم مطبوعۂ "اودھ پنچ" ۸- مارچ سنہ ۱۹۰۶ع معہ فیصلہ د
یک آخری بند از حضرت پنچ

رفتیم کہ کہنگی ز تماشا برافگنیم
در بزمِ رنگ و بو نمطے دیگر افگنیم

ذرا کھول آنکھ او نیرنگِ غفلت کے تماشائی! ذرا کر غور اپنے دل میں او محوِ خود آرائی!
کہ کیوں ہو ایک تو ہی ساقیِ طرب کا شیدائی تجھی کو ایک کیوں ہو انبساطِ بادہ پیمائی
ترے در پر کھڑا جو ہاتھ پھیلائے وہ سائل ہو
ارے تیرا ہی ایسا اُسکے سینے میں بھی اک دل ہو

سبب کیا ہو کہ رہنے کو ترے ایوانِ شوکت ہو تجھے کیا حق ہو جو حاصل تجھے سامانِ راحت ہو
میسّر تجکو یہ سب کرّ و فر کیوں بے مشقت ہو تجھے بھی کیوں نہ فکرِ رزق و فکرِ معیشت ہو
ترے عشرت سرا میں شادیانہ روز و شب کیوں ہو
مبارکبادیاں کیوں ہوں نوا آہنگ طرب کیوں ہو

خدا نے آسماں سے جب لٹائے خوان دولت کے زمیں نے خوان جسدم چن دیئے الوانِ نعمت کے
فلک نے کھول جب چشمے دیئے بارانِ رحمت کے تو وہ سامان تھے ای بوالہوس اک عام دعوت کے
یہ منشا تو نہ تھا سب کو اکیلا تو ہی کھا بیٹھے
بٹورے ساری دولت اور تو تنہا دبا بیٹھے

غرضمندون سے تو کرتا حیا کر ہی بہت باتین تجھے معلوم ہین اُنکے ستانیکی بہت گھاتین
جھڑک اُٹھا ایسا بیٹھا اُنھین بوجہ صلواتین یہ احسانات ہین تیرے یہ ہین تیری مُداراتین
تجھے قدرِ امن معلوم جب ہو جب پریشان ہو
اور اُس سائل ہی سے تو سائلِ یک پارۂ نان ہو
وہ ہندو ہی کہ عیسائی تجھے اُس سے عداوت کیون اگر وہ غیر مذہب ہے تو تجھکو اُس سے نفرت کیون
غریبون واجب الرحمو نسے اسدرجہ عونت کیون بھلائی مین تجھے یہ امتیازِ قوم و ملت کیون
تعصّب بیکسون آفت کے ماروں نسے روا کب ہی
ارے اخلاق ہی سارے جہانکا ایک مذہب ہی
نظامِ سلطنت اب کا رکُن ہی کثرت آرا پر دیے ہی کان اب جمہور کی فریاد و غوغا پر
نگاہین پڑ رہی ہین آجکل اس داب بیجا پر وجہ کیا ہی رعایا کی حکومت ہو رعایا پر
خبر بھی ہی تجھے کیا عام رایونکا خلاصا ہی
کہ اس نظم و نسق سے انتظامِ جیل اچھّا ہی
حکومت گوندھ دے ان انہاے سلکِ ابتر کو پرو دے ایک دھاگے مین خزف کو اور گوہر کو
لگا دے ایک ہی قیمت مین بلور اور پتھر کو بٹھا دے ایک ہی مسند پہ محتاج اور تونگر کو
کہ اتنی خود سری آنے ہی پائے کیون رعیت مین
کرے اب انتظام ایسا کہ ہون سب ایک حالت مین
رہے بس سلطنت نگران حیاتِ بامشقّت کی وہی مالک رہے ساری زراعت اور تجارت کی
کرے املاک سبکی ضبط تا عادت ہو محنت کی رعایا کے لیے حاجت ہی کیا ہی مال و دولت کی
لباسِ موسمی ملتا رہے ہر اک کو ششماہی
کرے تقسیم دونون وقت کھانا مطبخ شاہی
نہو ٹکسالِ شاہی اور نہ سکّے ڈھیر گھر گھر ہون نہ چوکیدار نوکر ہون نہ یہ پہرے مقرر ہون

حقیّت کے نہ جھگڑے ہون شکایت کے نہ دفتر ہون نہ طومارِ جرایم ہون نہ یہ ڈپٹی کمشنر ہون
مگر چھوٹی سی اک پولس ہو جو پہرہ بھی دے شب کو
وہی کھانا وہی کچھ دال دلیا بانٹ دے سب کو

نہ بازارین نہ دوکانین نہ گاہک ہون نہ بیوپاری نہ میوے بکنے پاوین اور نہ بکنے پائے ترکاری
غرض یک لخت کرکے ضبط باغات و زمینداری دو وقتہ پھل پھلاری بانٹ دین عمّالِ سرکاری
کسی کو یہ نہ حق ہو جو کہے ہمکو بڑا کر دے
وہی اُسکا ہو جو سرکار اُسکو ہاتھ اُٹھا کر دے

امیرون کے درِ دولت پہ نقّارۂ نوبت ہو مصاحب ہون نہ پہرے ہون نہ کوئی اہلِ خدمت ہو
لباسِ پُرتکلف ہو نہ بزمِ عیش و عشرت ہو غرض مین کیا کہون جو اُنکی حالت اور جو گت ہو
انھین سرکار سے وردی جو تن پوشی کو ملتی ہو
وہ کیا ہو ایک کُرتا ایک غرقی ایک پگڑی ہو

بہت یہ سود کھانیوالے توند اپنے بڑھائے ہین بڑے ٹھسّے سے یہ بیٹھے ہوے مسند لگائے ہین
بہت اکڑے ہوئے ہین اور بہت مونچھین چڑھائے ہین بہت یہ ہاتھ پاؤن اپنے محنت سے بچائے ہین
کڑی پڑتی ہو جب دھوپ اور جب شدت ہو گرمی کی
بھرے ٹھیلے یہ ریتی مین چلائین ہات تیری کی

پڑے موقع تو یہ بیگار بھی بے عذر دیجائین ضرورت ہو تو جنگی کام بھی انسے لئے جائین
جہان چلتی ہون تلوارین یہی آگے کیے جائین برستے ہون جہان گولے یہی زد پر دھرے جائین
حکومت انسے جو کچھ چاہتی ہو کام لیتی ہو
کبھی جنگ اور کبھی جنگل مین انکو ہانک دیتی ہو

محل کُھد کُھد کے اونچے اونچے سب مسمار ہوجائین سکونت کے لیے بس بارکین تیار ہوجائین
سب اس یکسانیت کی زندگی مین یار ہوجائین حلیم الطبع نیک اطوار خوش کردار ہوجائین

نہ طمعِ مال و دولت ہو لٹیرے ہون نہ ڈاکو ہون
نہ قتلو ہون یہان پیدا نہ یان پیدا ہلاکو ہون
غرض قالین اور دریان بُنین سب کارخانونمین
رہین مصروف دن بھر صنعت و حرفت کی کانونمین
اِدھر تیار ہوکر مال جائے غیر ملکون مین
اُدھر توڑے کے توڑے آئین لدلد کر جہازونمین
چلے جب کاروبارِ ملک اِس خوش انتظامی سے
تو بچ جائے رعایا ہم رعایا کی غلامی سے
مگر اُسوقت شاعر۔ آہ یہ کس مدمین آئینگے
قصیدے کسکے لکھین کسے جاکر سُنائینگے
سُنے گا کون انکی اور یہ کس سے داد پائینگے
کہان سے آئینگے مطرب کہ غزلین انکی گائینگے
یہ ہونیکا نہین دنیا کی محفل اِنسے خالی ہو
مگر تب شاعری بھی انکی شاید کچھ نرالی ہو

اودھ پنچ - تجویز تو معقول ہی لیکن انقلاب عظیم ہے دنیا بالکل بمزہ اور زندگی بالکل سیٹھی ہوجائیگی۔

لہذا

نہین جسطرح دنیا چل رہی ہی اسکو چلنے دو
سنبھلتی جاتی ہین قومین انھین خود ہی سنبھلنے دو
اجی باجے بھی بجنے دو برا تین بھی نکلنے دو
کسی صورت سے دل تو یار لوگونکا بہلنے دو
چمکنے دو اگر گھوڑے چمک اُٹھتے ہین باجون مین
کہ انکی باگ ڈورین ہین لیے ہون اپنے ہاتھونمین

شعاعِ اُمید

یہ نظم "انجمن اخوان الصفا کاکوری" کے ایک علمی جلسہ مین پڑھی گئی اور
اودھ پنچ مطبوعہ ۵ - جولائی سنہ ۱۹۰۶ع مین شائع ہوئی

زندگی کیا ہی بس اک دورِ تسلسل کا ہی نام　　یہ امید ونکی سحر اور آہ یہ حرمان کی شام
اک سمندر کا سفر سے ہمکو اس دن رات مین　　تیرتی جاتی ہی کشتی نور اور ظلمات مین
ہٹ گیا پھر ابر اور پھر سایہ افگن ہوگیا　　پھر اندھیری چھا گئی پھر روزِ روشن ہوگیا
اے امید! اے غم غلط کن!! اے مسرت آفرین!!!　　اے متاعِ زندگی! اے مایۂ جانِ حزین!!
اے شعاعِ رہنمائے کشتی بحرِ وجود!!!　　کسقدر ہی قوت افزا دور سے تیری نمود
آہ کیا جانے کہان یہ یاس لیجاتی مجھے　　راستہ گر روشنی تیری نہ دکھلاتی مجھے
تیرا نظارہ سبب مجھے عمرِ دوبارا ہوگیا　　ڈوبتے کو ایک تنکے کا سہارا ہوگیا
آہ وہ بیرحم موجین جو ابھی خونخوار تھین　　اور گلا ہی گھونٹ دینے کو مرا تیار تھین
بیکسی پر میری وہ کچھ اسطرح سے روگئین　　خوف کی گہری سیاہی میرے دلسے دھو گئین
پھر انھین موجون نے میرے منھ پہ جو چھینٹے دیے　　کھل گئین آنکھین غشی سے اور ہوش آیا مجھے
دیکھتا کیا ہون کہ ہن مقصود کی منزل پہ ہون　　سامنے ہی بحر مواج اور مین ساحل پہ ہون
یعنے جتنا ابرِ غم گھیرے ہوے اطراف تھا　　تیرا اک دیدار اور طوفان سے مطلع صاف تھا
دل سے میرے محوِ دیرینہ مصیبت ہوگئی　　کچھ خلش باقی رہی تھی وہ بھی لذت ہوگئی
جسطرح غربت مین پیاسا پائے نہر آبِ شہد　　بیٹھ جائے پانون لٹکا کر وہین پانی مین اور
بھول جائے آبِ شیرین وطن کا ذائقا　　وہ مئے برقاب اور وہ شربتِ انگور کا
جسطرح صحرائے افریقہ کا آوارہ کوئی　　یا عرب کی منزلون کا جسطرح مارا کوئی
اک جگہ بھولی بھلی سرسبز پا جائے زمین　　اور تھک کر چور ہو کر بیٹھ جائے وہ وہین

ٹھیک یون ہی تیرگیِ یاس مین مجکو سوا ... کچھ بھیانک صورتون کے اور نظر آتا تھا کیا
اب کہ ہی پیشِ نظر میرے یہ پھولونکا چمن ... یہ امیدون کا چمن یہ آرزوُنکا چمن
دل یہ کہتا ہی اِنھین پھولونکو مین دیکھا کرون ... اور اسی سبزہ پہ رکھکر اپنا سَر مین سو رہون

دست در دامانِ این گلہاے خوشبو میزنم
قمریِ این گلستانم فالِ نیکو میزنم

اے مرے آغوشِ دل مین کھیلنے والی امید! ... اے ہنسانے اَلُّدلُّد انے اِٹھیلنے والی امید
اے مجھے ہمت دلانیوالی معذوری مین بھی! ... اے مجھے آمادہ کرنیوالی مجبوری مین بھی!
اے مجھے ترغیب دینے والی ہراک کام کی! ... اے دکھانیوالی صورت سعی نیک انجام کی!
مزرعۂ دہقان پہ ہمت کی تراوش تجھسے ہی ... روحِ انسانی کی یعنی آفرینش تجھسے ہی
اُسکے بازو مین تجھی سے قوتِ پرواز ہی ... قالبِ خاکی مین اُسکے تو ہی روح انداز ہی
اُسکی یہ تسبیح یہ تحلیل یہ صوم و صلوٰۃ ... اور یہ سعیِ حصولِ مغفرت بعد از ممات
اُسکی یہ خوش نیتی اور اُسکے یہ اعمالِ نیک ... کچھ نہوئے گر نہ تو آکر سُناتی فالِ نیک
کشتِ عصیان پر ہوا جب تیری رحمت کا نزول ... بجھ گئے دوزخ کے شُعلے کھِل گئے جنت کے پھول
اے ہنسانیوالی مجکو غم مین بھی روتے مین بھی ... اے دکھانیوالی مجکو خواب خوش سوتے مین بھی
آج پر کیا تونے اکثر دل مرا خوش کر دیا ... اے صبا! پھولون سے تونے میرا دامن بھر دیا
تو جب آئی ہی تو ہنستی اور ہنساتی آئی ہے ... تو دُعا دیتی مبارکباد گاتی آئی ہے
لیکن اے امید! تو اتنا تو بتلا دے مجھے ... آنیوالی زندگی دیتی ہی کیون دھوکے مجھے
پچھلی مین ناکامیون کو بھولتا جاتا ہون کیون ... اور آئندہ پہ مین بھولا ہوا بیٹھا ہون کیون
جسقدر گذرا ہی وہ تو سخت حسرت مند ہی ... آنیوالا وقت کیون اسدرجہ خوش آیند ہی
کون جانے لیچلے کس راہ پر قسمت مجھے ... یعنی دے عزت مجھے یا آہ دے ذلت مجھے
خاک ہو کر سرمۂ چشمِ سخندانان ہون مین ... یا غبارِ دامنِ طوفانِ ریگستان ہون مین

چڑھ کے نظرون پر بنین جام مئے جامی یہ اشک — یا ہون گر گر شبنمِ صحرائے گمنامی یہ اشک

موتیون کا نرخ اب بازار مین اچھا نہین — کوڑیون کے مول کوئی پوچھنے والا نہین

لائے جنس بے بہا بھی ہم تو کیا لائے یہان — اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے یہان

اس ہجوم یاس مین دیتی ہے تو ہمت مجھے — اور کہتی ہے دکھا کر اک درِ دولت مجھے

اپنے گھر کی چاردیواری سے باہر تو نکل — سامنے وہ قدردان بیٹھے ہین انکے پاس چل

بس یہی تیری ادا ہمکو بہت خوش آئی ہے — تو نے اچھی شکل ہی دکھلائی جب دکھلائی ہے

خیر دلخوش کن تو ہے امید گو پوری نہو — آہ اس سے عمر کی کوئی گھڑی خالی نہو

زین بہارِ روح پرور بلبلِ دل شاد باد
یارب این معمورۂ امیدِ ما آباد باد

ہان مذاق اوج پیما ایک پرواز اور ابھی — اس نشاطِ زندگانی کا نہ ٹوٹے دَور ابھی

دیکھنے والونکو رہجائے نہ حسرت دید کی — اک نظر انکو دکھادون شکل بھی امید کی

× × × × × × × ×

دل مین امید ایک شمع رہنما دامن مین ہے — لیلیِ محمل نشین مجنون کے پیراہن مین ہے

ایک آلہ ہے کہ رکھتے ہی دل مأوف پر — دوڑ جاتا ہے رگون مین اسکا تریاقی اثر

قیمت صد ملکِ ہند اک دانۂ گوہر مین ہے — قطرۂ سیلابیِ صد کشت اک ساغر مین ہے

اک گھٹا ہے آسمان پر جھومتی جاتی ہوئی — بحر مین موتی چمن مین پھول برساتی ہوئی

ایک نغمہ گونجتا ہے گوش ناشنوا مین بھی — ایک بجلی کوندتی ہے چشمِ نابینا مین بھی

اک فسون ہے چاک کرکے جو کہ طبقاتِ زمین — کھول دیتا ہے تمامی معدنیاتِ زمین

اور کر دیتا ہے پردے آسمان کے پھاڑ کر — تختۂ فردوس آویزان محاذیِ نظر

ہے قفس مین ایک ایسا طائرِ شیرین بیان — جو کہ صدیون قبل سے کرتا ہے پیشین گوئیان

اور پیشین گوئیان بھی کیسی؟ مال وجاہ کی — وصلِ منظورِ نظر کی ۔ عیشِ خاطرخواہ کی

ایک شمعِ رہنما منزل پہ ہو رکھی ہوئی
یہ کرن پڑتی زمانہ پر ہو جسکی روشنی

آگے آگے راستہ رہرو کو دکھلاتی ہو وہ
اور اندھیرا پاکھ پیچھے چھوڑتی جاتی ہو وہ

دور سے آئی نظر اک موہنی آتی ہوئی
آتے آتے جب قریب آئی تو وہ کچھ بھی نہ تھی

یاس آکر ہوتی ہین معدوم امیدین مری
دیتی ہین دھوکھا مجھے موہوم امیدین مری

آہ اکثر دیکھکر مین تابشِ موہوم کو
ہوگیا ہون خوش کہ شاید یہ مری امید ہو

دیر تک مین اُسکے پیچھے دوڑتا پھرتا رہا
اور جب دیکھا تو وہ اک کرمکِ شب تاب تھا

تب اُن آنکھون مین جنھین امید تھی چمکا گئی
یاس و حسرت کی بس اک گھری اندھیری چھا گئی

آہ جب امید تو یون دیگئی دھوکھا مجھے
اشک بھر کر مین نے کس حسرت سے دیکھا ہے تجھے

اور جب ٹپکے مری آنکھو سے آنسو خون کے
تیری تربت پر وہی تازے اچھوتے پھول تھے

اے مری خون گشتہ اُمید! اے مری کھوئی ہوئی!
اے زمانہ کی اندھیری قبر مین سوئی ہوئی!

میری لوحِ دل پہ کندہ سالِ رحلت ہے ترا
اور ہر آنسو مرا تابوتِ میت ہے ترا

عیش کے تجھسے کہین جلسے کہین ماتم کے ہین
رونیوالے ہنسنیوالے سب ترے ہی غم کے ہین

خود مرتب ساختی خود درہم و برہم زدی
خود شدی دستان زن و خود سینہ از ماتم زدی

"بہارِ ہند"

مطبوعہ رسالۂ "زمانہ" کانپور بابتہ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء

اے زراعت خیز ہند۔ اور آہ اے زرخیز ہند!
تیرا دسترخوان پیداوار ہے کتنا وسیع

دولتِ قارون اُگلتی ہے تری کشتِ خریف
رولتی ہے خرمنِ گوہر تری فصلِ ربیع

تیرے بندرگاہ پر یہ غیر ملکون کے جہاز　　جو اوڑاتے ہین پھریرونکی طرح سے اپنے مال
میری نظرون مین در دولت کے ہین تیرے فقیر　　اور پھیلائے کھڑے ہین اپنے دامانِ سوال

وہ عظیم الشان لندن وہ زیارت گاہِ ہند　　جگمگاتے ہین فلک پر جسکے قصر اور کنگرے
دورِ آبادی سے ہو اک ایسے مرشد کا مزا　　صرف ہون جسکے تکلّف مین مریدونکے ٹکے

اے بہارستان جذبات۔ اے خرابات خردش　　سیرگاہِ سعدیِ شیراز و بزم والمیک
ہے خم و مینا مین تیرے خاکِ خسرو تہ نشین　　اور مےِ احمر مین تیری خونِ سرمد ہے شریک

کتنے زندہ دل ہین وہ لوگ اور کتنے خوش نصیب　　ہے اجازت جنکو تیری بزم ناؤ و نوش مین
اور وہ جو تیری شاخِ گل پہ نغمہ چھیڑ کر　　سو گئے ہین سبزۂ خوابیدہ کے آغوش مین

ایک مرحوم دوست کی تصویر

مطبوعہ "زمانہ" بابتہ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

موت اک داغ اور دے گئی تو　　جان تصویر کی بھی لے گئی تو
اُن لبون پر ہنسی خوشی نہ رہی　　آہ اب اُنمین تازگی نہ رہی
ہین سبک دوشِ بارِ گویائی　　اک خموشی ہزار گویائی
اسکی خاموشی کا یہ باعث ہے　　یہ تماشائیِ حوادث ہے
بحرِ ہستی کے اک کنارے پر　　سیل و امواجِ دہر سے بچکر
خاموشی اور سکوت مین ہے کھڑی　　اور ہے طوفان کی سیر دیکھ رہی

شور ہنگامہ جہانِ خراب — زورِ طوفان وکشتی غرقاب

ہا و ہوے ولادت واموات — ازدحامِ جنازہ وبارات

خلق ہنگامہ جو مچائے ہے — اُسپہ کان اپنے یہ لگائے ہے

چھوڑ کر محفلِ خود آرائی — اب ہے دیوار سے تماشائی

کر چکی ختم عمر بھر کا کام — دیکھ لیتی ہے صرف گھر کا کام

جو لگا ہین تھین نقشے بھرنے کو — رہگئین اب ریمارک کرنے کو

× × × × × × × ×

ٹھیک جس طرح کرمکِ ریشم — توڑ کر تاروپودِ ابریشم

بنکے تتلی ہوا مین اڑتا ہے — عالمِ پُرفضا مین اوڑتا ہے

پھر پھر آتا ہے وہ ببولون پر — بیٹھ جاتا ہے آکے پھولون پر

یون ہی تنگ آکے روحِ انسانی — چھوڑ کر اپنا قالبِ فانی

حور بنتی ہے باغِ رضوان کی — شمع بنتی ہے بزمِ امکان کی

آتی ہے قدسیون کی محفل مین — بیٹھی جاتی ہے آنکھ مین دل مین

کس ادا سے بنی ہوئی ہے مکین — سرِ دیوار شکلِ پرتمکین

وہی کھوج اور جستجو ہے وہی — جھانکنے تاکنے کی خو ہے وہی

شوخیِ چشمِ فتنہ زا نہ گئی — مرنے والے تری ادا نہ گئی

دیکھنے مین ہے اسکے کتنا سرور — چشمِ نظارہ ساز ہے مخمور

شیشۂ مے ہے شیشۂ تصویر — چاٹتی ہے نگہ سے مے تصویر

دیکھنے والے کی نظر کو دیکھ — رونیوالے کی چشمِ تر کو دیکھ

آنکھ مین ہے ٹپک رہا ہر آن — بادۂ کل ومن علیہا فان

کیا عناصر کا جو گھٹا ٹوٹا — جسم خاکی کا رہگیا خاکا
زندگی جو ہی اک بڑا طومار — جو ہی پشتِ زمانہ پر انبار
اُسکی یہ مختصر عبارت ہی — یہ اُسیکی سنہری آیت ہی
شکل پیشِ نظر ہی عبرت کی — چند سطریں ہین لوحِ تربت کی
ایک مصرعہ یہ شکلِ موزون ہی — لیکن اسمین وسیع مضمون ہی
اُکھڑی بکھری وہ یاد بچپن کی — باتین بھولی ہوئی لڑکپن کی
مدرسہ مین وہ دوستون کا ساتھ — ہم سبق اور ہمسنون کا ساتھ
وہ کتابین دبا کے جانا روز — کودتے ہنستے واپس آنا روز
پھر اُمنگون کے دلولونکے دن — وہ جوانی وہ حوصلونکے دن
پھر خلش وہ پرائی دولت کی — لذّت اپنی کمائی دولت کی
پھر پھپکنا وہ آرزوُن کا — اک چمن مَنّتون مرادون کا
اُسمین پھر کوپلین نکل چلنا — پھول چلنا پھر اُنکا پھل چلنا
ہائے یہ زندگی کے سارے کھیل — اور یہ سب موت کے بگاڑے کھیل
دفن اسی ایک پیرہن مین ہین — سب اسی کاغذی کفن مین ہین
کہنا تصویر اسے قباحت ہی — ننھی مٹّی سے ایک تربت ہی
اہلِ عرفان کی ہی زیارت گاہ — تھکے ماندون کی ہی یہ راحت گاہ
روح جب کسلمند ہوتی ہی — اسی جھولے مین آکے سوتی ہی

چپکے ہٹ آؤ شور و غل نکرو
سو رہی ہی غریب سونے دو

ساقی نامہ سال نو
یا
پیر مغان کا لکچر

پرواز دوم و سوم از اودھ پنچ ۲۳ - جنوری ۱۹۰۷ء

پرواز دوم

ہان اے دنیا کے مزدورو — محنت اور مشقت والو
چندے والو اور بھک منگو — پیٹ کے بھوکو - تن کے ننگو
برسون سے مین دیکھ رہا ہون — سب اور چپکا مین بیٹھا ہون
آخر یہ ہنگامہ کیا ہے — دیکھو جدہر اک شور بپا ہے
ہاے دنیا - ہاے دنیا — چولھے بھاڑ مین جاے دنیا
دنیا کو تم ہو کیا سمجھے — کوئی کھیل تماشا سمجھے
چندے لینا جلسے کرنا — اس حیلہ سے پیٹ اپنا بھرنا
کسنے کہا کہ ترقی ہے یہ ؟ — خدمت ملک اور قوم کی ہے یہ ؟
کیسی ترقی ؟ - کسکی ترقی ؟ — ہمت کیسی ؟ - خدمت کیسی ؟
کیا ہے طلب ؟ اور کیا خواہش ؟ — کیا ہے کوشش ؟ گردش گردش ؟
گردش مین سب لوگ پڑے ہین — کل کے پرزے گھوم رہے ہین
گھوم رہے ہین پہیے گن گن — لیکن ہے اک محور ساکن
رازِ سکون محور سمجھو — پیر مغان سے آکر سمجھو
سمجھے وہی مضمون محور — حاصل جنکو سکون محور

وسعتِ دنیا خلوت اُنکی — بس اک ساغر نعمت اُنکی
محوِ نا و نوشش ہین ہردم — بھولے بیٹھے ہین دونون عالم
کوئی جاے کہین خواہ آئے — نائب آئے یا شاہ آئے
ہیضہ یا طاعون کہین ہو — اُنکو کوئی فکر نہین ہو
اُنکو مال اور دولت کیا ہو — عزت کیا ہو ثروت کیا ہو
خواہش۔نفرت وہ کیا جانین — سلب وہرب کو جھگڑا مانین
مطلب کالی گھٹا سے اُنکو — باغ وبہار و فضا سے اُنکو
ذوق وشوق وامید وارمان — خوف وخطر ویاس وحرمان
خوشبودار لذیذ غذائین — سیٹھی۔کھٹی۔تلخ دوائین
تازے میوے تر ترکاری — ڈال کے ٹوٹے پھل پھلاری
لذت راحت وغم مجموعی — نوشش عیش والم مجموعی
یعنی جو کچھ دنیا بھر مین ہو — سب کا نچوڑ اک ساغر مین ہو
اور وہ ساغر ہاتھ مین اُنکے — مست الست کن فیکن کے
شوکت عظمت ملک وتجارت — اپنی کمائی کی یا لذت
جتنی غرض بہبودگیان ہین — اُنکے لیے بیہودگیان ہین
فلسفہ اُنکا کتنا اچھا — اچھا اور نہ بدلنے والا
اُنسے پوچھو دنیا کیا ہو — اور مادہ اُسکا کیا ہو
ساغر وہ اک دکھلا دینگے — اور تمھین وہ سمجھا دینگے
ذرہ ذرہ جسم وجان ہو — قطرہ قطرہ روحِ روان ہو

پرواز سوم

لانا ساقی ساغر لانا — اور لبالب بھر کر لانا

آہا کالی گھٹائین آئین   ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین آئین
پیارے جور کے بجے ساقی   مے دے میرے اچھے ساقی
دور سے مجکو دکھاتا کیا ہی   ہان ہان دیکھی-دیدے دیدے
آہا کیسی لال بھبوکا   کتنا پیارا رنگ سبو کا
اور ذرا چھلکا دے ساغر   آنکھ سے میری لگا دے ساغر
جھوٹ ہی مین کیون کرتا توبہ   مین اور توبہ - توبہ توبہ
جسدن مسجد سے نکلا ہون   تب سے قسم لے پھر جو گیا ہون
دَیر و حرم سے واسطہ مجکو   قاضی و مفتی سے کیا مجکو
اچھا ہون یا جیسا ہون مین   بندۂ بے زر تیرا ہون مین
بیشک مدت کے بعد آیا   کیا کہون موقع مین نے نہ پایا
موقع کیا کچھ پاس نہین تھا   لالہ سانولداس نہین تھا
ورنہ قرض ہی کچھ لے آتا   خالی ہاتھ مین کیسے آتا
مین نے ابھی سہ ماہی پائی   فوراً بھی بند منگائی
سیدھا تیرے پاس ہون آیا   چوک سے ساتھ کباب بھی لایا
دیکھ یہ سکے - دیکھ یہ ساورن   دیکھ یہ میری جیبین - کھن کھن
ساقی آج چھکا دے مجکو   جتنی پیون پلوا دے مجکو
ڈر کیا روپیہ والا ہونین   آج امیر الامرا ہونین
گھر مین بیشک فاقہ ہوگا   لڑکا بھوکھون روتا ہوگا
لیکن اونہہ - کوئی کب تک ترسے   پیچھا ہی نہین چھٹتا گھر سے
روز کا نون اور روز کی لکڑی   چڑیا تو گئی جان سے اپنی
اپنا منہ کوئی کیسے سی لے   اکدن تو کوئی جی بھر پی لے

لانا پورٹ اور لانا وسکی — رکھدے میرے آگے کشتی
بھردے ہان اک ساغر جھٹ پٹ — پی گیا اسکو تو مین غٹ غٹ
جلدی اور اک ساغر بھرنا — لیکن برف ملا کر بھرنا
آہا! ذائقہ کتنا اچھا — میٹھا میٹھا ٹھنڈا ٹھنڈا
اور دے ساقی اور دے ساقی — جلدی دے فی الفور دے ساقی
ہان اب ساقی مین گرمایا — میرا دماغ اب چکر کھایا
لے اب مجکو سنبھال چلا مین — یعنی اوج پذیر ہوا مین
ابر پہ ہون مین بیٹھا گویا — جھول رہا ہون جھولا گویا
اوڑتا ہون اب تتلی بنکر — تارا بنکر ٹیڑی بنکر
چھُپ گیا اب مین کالی گھٹا مین — ہو گیا غائب نیلی فضا مین
لے اب آگے بڑھتا ہون مین — چوتھے فلک پر چڑھتا ہون مین
عیسیٰ سے ہون ہاتھ ملاتا — اُن سے بھی ہون آگے جاتا
کرسی پر جا بیٹھا دن سے — اوڑ گیا بام فلک پرزن سے
تیر چکا اب بحر فنا کو — چُنتا ہون انوار بقا کو
آہا یہ گلشن ہے کسکا — بھولا بھلا یہ چمن ہی کسکا
کیسی نشاط انگیز مہک ہی — پیاری کیا قندیل فلک ہی
اُسمین دراز اب ہوتا ہون مین — آتی ہی نیند اب سوتا ہون
اب نہین اپنی خبر ہی مجکو — کچھ نہین آتا نظر ہی مجکو

اتنا کہ سکتا ہون کہ کہین ہون
لیکن ایسا ہون کہ نہین ہون

آہ یہ ہوگا ؟

مطبوعۂ مخزن ماہ اگست ۱۹۰۷ء

ذیل کی نظم کی بنیاد اس تھیوری پر ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ہر شخص کی ایک خاص دنیا ہوتی ہے جو اُسکے ساتھ پیدا ہوتی اُسکے قدم بقدم چلتی اُسکے وسعت معلومات کے ساتھ وسیع ہوتی اُسکے انحطاط کے ساتھ رو بہ انحطاط ہوتی اور یہانتک کہ اُسکی موت کے ساتھ ہی تنگ و تاریک ہوکر اُسکی قبر بنجاتی ہے۔ مین نہین کہ سکتا کہ حکما کا خیال اس تھیوری پر بھی کبھی پہونچا ہے اور نہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا۔ بلکہ میرے دل مین یہ خیال از خود پیدا ہوا اور اُس خیال کے ساتھ ہی مین نے اُسکو نظم کرلینا زیادہ دلچسپ خیال کیا۔

نادر

اے فضائے آسمان! اے وسعتِ پہنِ زمین!
پھیلتے جاتے رہا ہے ابتک مرے بچپن سے تم

رفتہ رفتہ شہر ملک اور ایک دنیائے وسیع
بنگئے ہو میرے گھر کے مختصر آنگن سے تم

میرے دروازہ پہ تھا جو ایک چھوٹا سا چمن
ہوگئے صد باغ و صد صحرا اُسی گلشن سے تم

لے اُڑے سو دامنِ شب اور گریبانِ سحر
اک گریبان سے مرے اور اک مرے دامن سے تم

وسعتِ ہستی کا باعث ہر مراد و دِ جگر
ہوگیا اتنا کشادہ یہ غبارہ پھولکر

لیکن ابتو سب قویٰ ہونیلگے میرے ضعیف
دائرہ حدِ نظر کا ہوچلا اب تنگ و تار

وسعتِ ہستی مری نظر و نین کم ہونے لگی
تنگ تر ہونے لگا میرے لیے اب روزگار

آہ اُسی دنیا مین جسمین دوڑتا پھرتا تھا مین
دو قدم چلنے کو بھی بیٹھا ہون اب معذور دار

اور اب نزدیک ہر وہ دن کہ دنیائے وسیع
تنگ ہوتے ہوتے بنجائے مرا کنجِ مزار

لیکن اُس حالت مین یہ دل میرا کیا ہو جائیگا
یہ بھی کیا معدوم کیا یہ بھی فنا ہو جائیگا

تنگیِ کُنجِ لحد کا تو مجھے کچھ غم نہین — ہان کھٹک جاتا ہی کانٹے کیطرح سی اک خیال
کیا مرے دلکی یہ وسعت اسقدر گھٹ جائیگی — عارضِ ہستی یہ بنجائیگی اک یا دیک خال
اُسکا استقلال کیا بس اسقدر رہجائیگا — جسپہ ہونے اور نہونے کا رہیگا احتمال
ہمت عالی بھی کیا اسدرجہ ہو جائیگی پست — ذرّۂ صحرا بنے گی اور ہو گی پائمال
آہ یہ ہوگا ؟ تو للہ اے فرشتے موت کے — جان لیلے دل مرے سینہ سی لیکن مت نکال

قبر مین کونین کی حاصل فراغت ہی مجھے
دل اگر ہی میرے سینہ مین تو راحت ہی مجھے

جلوہ گاہ دنیا

مطبوعۂ رسالۂ زمانہ ماہ فروری ۱۹۰۸ء

عجب ترکیب سے رکھی ہی صانع نے بنا اسکی — کہ صدیان ہو گئین اک اینٹ بھی اسکی نہین کھسکی
لگی رہتی ہی آمد رفت جس مین ہر دوجنس کی — وہی رونق ہی جسکی اور وہی دلچسپیان جسکی

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہی کِسکی
ہزارون اُٹھ گئے لیکن وہی رونق ہی مجلس کی

کچھ اس حکمت سے ہی ترکیب اسمین طبع یابسکی — کہ آ پہونچا اُدھر جاڑا اگر گرمی ادھر کھسکی
بس اک دورِ تسلسل ہی بہار اِسکی خزان اِسکی — وہی چہتون ہی بلبل کی وہی آنکھین ہین نرگس کی

خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہی کسکی الخ

بساطین اُٹھ گئین بچھ بچھ کے دارا و سکندر کی ۔ صفین برہم ہوئین جم جم کے خاقان و قیصر کی
جہان تھی نورتن کل تک بکرماجیت و اکبر کی ۔ وہان اجلاس کونسل کر رہی ہے اب گورنر کی

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

یہ دُنیا کیا ہے پتلی گھر کا کوئی کارخانہ ہے ۔ نئے پُرزے بدلتا جسمین آئے دن زمانہ ہے
نیا تیار ہوتا مال اور ہوتا روانہ ہے ۔ نیا ہر روز پانی ہے نیا ہر روز دانہ ہے

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

ٹرین اک جا چکی ہے اور ابھی اک جانیوالی ہے ۔ ابھی اک کھیپ آئی اور ابھی اک آنیوالی ہے
نئی شکلین یہ آئے دن ہمین دکھلانیوالی ہے ۔ نئی دلچسپیونسے روز دل بہلانیوالی ہے

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

بہت سامان عشرت درہم و برہم بھی ہوتے ہین ۔ بہت جلسے خوشی کے آئے دن قایم بھی ہوتے ہین
جنھین ہین عیش کے سامان اُنکو غم بھی ہوتے ہین ۔ جہان بجتے ہین نقارے وہان ماتم بھی ہوتے ہین

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

سخندان اُٹھ رہے ہین اور محفل جمتی جاتی ہے ۔ نئی کھیپ آتی ہے اور دھوم وہ اپنی مچاتی ہے
بہار اس باغ کی ہر وقت تازہ رنگ لاتی ہے ۔ نئی کھینچ کر شراب اس میکدے مین روز آتی ہے

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

خُم و مینا مین تلچھٹ کیا کہ اک آخور باقی ہے ۔ مگر مستون کے دل مین شوق بھی بیطور باقی ہے
اِدھر غل ہے کہ ہان پیر مغان کچھ اور باقی ہے ۔ اُدھر اک شور برپا ہے ہمارا دور باقی ہے

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

زمانہ روز لاکھونکے گلے کٹوائیگا یون ہی ۔ پیئیگا خون یون ہی اور کلیجے کھائیگا یون ہی
زمین پھولے گی اور خون آسمان برسائیگا یون ہی ۔ یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا جائیگا یون ہی

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کسکی الخ

مرحومہ کی یاد مین

مطبوعۂ "رسالۂ مخزن" بابت اپریل ۱۹۰۵ء

ذیل کی نظم جادو بیان ٹامس مور کی آیرش ملاوڈیز سے (Irish Melodies.) ایک مختصر اور پرغم نظم کا ترجمہ ہے۔ اسس ترجمہ کو ہم اُردو علم ادب کے فاضلون کی خدمت مین نہین بلکہ اُن سوگوارون اور مصیبت کے مارون کی خدمت مین پیش کرتے ہین جنکو قسمت نے کوئی ایسا ہی صدمہ پہونچا کر ہمیشہ کے لیے مغموم کر دیا ہے اور جنکے دل دماغ ایسے پرغم تخیل مین شریک ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہین۔ ہان اُنھین کی خدمت مین یہ نظم پیش کیجاتی ہے اور وہی مصنف کے پاک خیالات اور مترجم کے پرغم جذبات کی قدر کر سکتے ہین۔ نادر

رات کے پچھلے پہر روتی ہین جب چشم نجوم
الفتِ دیرینہ کے وادی مین اُڑ جاتا ہون مین

اور اُس وادی مین مرحومہ جو یاد آتی ہو تم
محو ہو جاتا ہون کچھ ایسا مزا پاتا ہون مین

وہ مکان وہ قصر وہ تم وہ تمھاری حسرتین
وہ گلے۔ وہ عذر وہ گذری ہوئی چپیان

دیر تک کرتا ہون مین یاد۔ آہ اُن ایام کو
ہاے وہ راتین کہان وہ دن کہان وہ تم کہان

اُس سکوت اس محویت مین پھر یہ آتا ہی خیال
روحین منڈلاتی ہین گر اوجِ فضاے عرش پر

اور جھکپر آتی ہین اس خاکدانِ عشق مین
تاکہ دیرینہ علائق دیکھ لین پھر اک نظر

ق

شاید آجائے تمھاری روح بھی اور یہ کہے
کیا بتاؤن جنت الماوٰی مین مین کیسی ہی

اس جدائی مین رہا میرا تمھارا ایک حال
تم یہان روتے رہے اور مین وہان روتی رہی

پھر سراپا شوق ہوکر وہ غزل گاتا ہو نین
تم جو تنہائی مین چپکے چپکے گاتی تھین کبھی
گو نجکر جب نغمہ ٹکراتا ہی تو کہتا ہو نین
یہ تمھاری روحِ مضطر آتی ہی گاتی ہوئی

یہ لب ولہجہ وہی ہی یہ سُریلا پن وہی
لیکن اب اسمین تو کچھ کچھ ضعف کا انداز ہی
اور پھر کچھ سوچکر پہچان کر کہتا ہو نین
یہ وہی آواز ہی بیشک وہی آواز ہی

کہان مین جاکر رہون ؟

مطبوعۂ "مخزن" جنوری ۱۹۰۹ء

کہان مین جاکر رہون ؟ کہ مجکو
سکون حاصل کوئی گھڑی ہو
نجات ہو شورش جہان سے
بچون ضرر سے - بچون زیان سے
بری نگہ سے بری زبان سے

نہ دل مرا بستیون مین بہلے
نہ سیر صحرا سے مجھے خوش آئے
نہ شاد مین بزم یار مین ہون
نہ دل شگفتہ بہار مین ہون
غرض عجب خلفشار مین ہون

اگر رہون جا کے دُور بَن مین
شگفتہ پھولے پھلے چمن مین
تو باد صرصر کی گل فشانی
نہین ہے دل پر کم از گرانی
وہان بھی مفقود شادمانی

وطن مین پابندیان وطن کی　　نہین کم از لذت اسیری
بعینہ جیسے کوئی قیدی　　جو تال پر اپنی بیڑیون کی
تھرک رہا ہو وہ گت ہی میری

جو مال و دولت کما کے بھر لون　　یہ ٹھانکر خوب چین کر لون
تو کاہشون سے کہان مفر ہے　　کہ خلق مرنے کی منتظر ہے
غرض یہ سودا بھی دردِ سر ہے

اگر کسی سے مین دل لگاؤن　　کسی حسین نازنین کو چاہون
تو چاہنے کا ہے یہ نتیجا　　کہ اک سر اور صد ہزار سودا
خراب۔ خستہ۔ ذلیل۔ رسوا

کسی سے رکھون اگر نہ مطلب　　تو کام دنیا کے بند ہین سب
ملون تو ملنا ہے کاوشون مین　　کچھ انکی کچھ اپنی خواہشون مین
غرضکہ ہے جان کاہشون مین

کوئی ہے بیکار مجھ سے شاکی　　کوئی ہے بیوجہ میرا بیری
سکوت مین اسکو اور جرأت　　مقابلہ سخت ہے جہالت
غرضکہ ہر طرح ہے مصیبت

یہ عرصۂ کارزارِ ہستی　　بساط ہے تازہ کشت و خون کی
لڑون تو دنیا مرے مقابل　　جو بھاگ نکلون تو سب مین بزدل
غرض یہ بازی بھی سخت مشکل

ملازمت مین یہ ہے خرابی　　کہ میری عادت ہے صاف گوئی
مجھے خوشامد سے سخت نفرت　　وہان ہے اسکی بڑی ضرورت
غرض بسر کی نہین ہے صورت

کہان ملے مجکو دوست ایسا جو ٹھیک ہو ہمخیال میرا
کہ مثل آئینہ جسکا باطن دکھا دے اُسکے سب مجھے محاسن
نہین تو ہے میل غیر ممکن

مین رہ کے دنیا مین ترکِ دنیا کرون - یہ ممکن نہین ہے حاشا
بفرضِ امکان جوگ لون مین سہاگ کو چھوڑدون سوگ لون مین
تو جان کو اور روگ لون مین

مین کیا کرون تخت و چتر لیکر کہان رہونگا مین تاج دیکر؟
اسی جہانِ خراب مین ؟- تو مین صاف کہتا ہون ہمصفیر
مرا سلام ایسی زندگی کو

مرے لیے تنگ یہ زمین ہی مرا ٹھکانا کہین نہین ہے
نہ دنکو باغِ بہار مین ہی نہ شب کو آغوشِ یار مین ہی
جو ہے تو کُنجِ مزار مین ہے

بہارستان ربیع

کتنی خوش آیند ہی یہ ہند کی فصلِ ربیع جبکہ کوسون لہلہاتے کھیت ہین اجناس کے
چھان ماری کرۂ عالم کی ساری سرزمین پھول پھل ہمنے کہین پائے نہ اِس بوباس کے

کٹ کے خرمن لگ گئے اجناس کے ہر گھر مین ڈھیر بھر گئے غلّون سے کھتّے اور بازار ین تمام
کسقدر خوش ہی ہر اک دہقان اور ہر کاشتکار سال بھر کھانیکا اُسکے ہو گیا جب انتظام

کیا بھلی راتین ہین کیا خوش دن ہین جب جاڑا ہو رفع
پھر بیاہ ہونگی لگن رکھتی ہوئی آئی ربیع
بج رہی ہین ڈھولکین اور گونجتی ہین تالیان
پھر ہین گھر گھر شادیان گھر گھر مبارکبادیان

پیٹ بھر کر آپ جو دو وقت کھا سکتے نہ تھے
دے رہا ہی کس خوشی خاطر سی برکت کھیت کی
آجکل وہ کر رہے ہین دعوتین مہمان کی
اس پہ دیکھا اولوالعزمی کوئی دہقان کی

اے زراعت خیز ہند! اور آہ اے زرخیز ہند!
دولت قارون اگلتی ہی تری کشتِ خریف
تیرا دسترخوان پیداوار ہے کتنا وسیع
رولتی ہی خرمنِ گوہر تری فصلِ ربیع

کتنے فاقہ کش بلوچی کتنے بھوکے کابلی
تیرے لنگرخانہ سے ہوتی ہی اُنکی پرورش
اور کتنے یورپ و افریقہ کے ابن الشکم
عام ہی دیسی بدیسی کو ترا خوانِ کرم

یہ ترے سرسبز صحرا - یہ ترے شاداب کھیت
یہ ہوائے روح پرور اور یہ فصلِ بہار
اور ان کھیتوں سے کوسون تک یہ رنگ آمیزیان
یہ گھٹا چھائی ہوئی یہ ننھی ننھی بوندیان

گویا دنیا بہتی جاتی ہی شگافِ کوہ مین
ہو گئین سب روشنی کی کھڑکیان یکبار بند
سامنے سے آ رہی ہی سر پہ کیا کالی گھٹا
ٹٹیان خس کی چھڑکتی ہی یہ متوالی گھٹا

اے زمینِ جوش و جذبات اے زمینِ ذوق و شوق
یہ تری آب و ہوا مین گو نہ تاثیرِ نشاط
اے زمینِ اکل و شرب اے سرزمینِ ناؤ و نوش
بیٹھے بیٹھے ہم جو کر اُٹھتے ہین گلبانگِ خروش

ایک ہجوم گیا اس جراگاہِ نشاط آئین مین — دیکھتے جاؤ ابھی کتنے ہم ایسے آئینگے
یہ چمن یون ہی رہیگا اور ہزارون جانور — اپنی اپنی بولیان سب بولکر اُڑ جائینگے

بوڑھے دنیاپرست کی موت

یا الٰہی آج دل میرا بجھا جاتا ہے کیون
اور کلیجہ میرا بےقابو ہوا جاتا ہے کیون
کیون بُرے رستے اینٹھتے ہین آج میرے ہاتھ پاؤن
سنسناتے اور چھٹے جاتے ہین ٹھنڈے ہاتھ پاؤن
شمعین روشن ہین نظر مجکو نہین آتی ہین کیون
ہائے آج آنکھین مری دھندلی ہوئی جاتی ہین کیون
اب کہان ہین وہ تسلّی دینے والے ڈاکٹر
اب کہان تسکین کرنے والے میرے چارہ گر
جلد آئین مجکو دیکھین اور کرین تدبیر کچھ
لیتے آئین ڈھونڈھ کر تریاق کچھ اکسیر کچھ
میرا یہ سن آیا اور اکثر ہوا بیمار مین
بلکہ اکثر ہو گیا بیحد نحیف و زار مین
لیکن اب جو حال ہے یہ حال تو میرا نہ تھا
ہمنشین مین اِس بُری حالت کو تو پہونچا نہ تھا
ہائے اب تو لڑکھڑائی جاتی ہے میری زبان

ہو گئے ہین دیکھو پتھر میرے پائے ناتوان
نبض ہی چھوٹی ہوئی دم ہے مرا اُکھڑا ہوا
مین مرا جاتا ہون چارہ گر یہ مجکو کیسا ہوا
ہاے یہ تو موت کے آثار ہین مین کیا کرون
ہے ضرورت ہی مجھے مرنے کی کیا مین کیون مرون
یہ اجل کمبخت مجکو مارتی ہے بیگناہ
ہمنشینو دیکھتے جاتے ہو تم رہنا گواہ
مین ابھی اس سن مین مرنا چاہتا ہرگز نہین
ہاے مین دنیا کو چھوڑا چاہتا ہرگز نہین
میرا سن کیا ہے ابھی تو سو برس کا بھی نہین
مین نے دنیا کو ابھی جی بھر کے دیکھا بھی نہین
گذرا بچپن کا زمانہ میرا سارا کھیلتے
نوجوانی میری گذری بس مصیبت جھیلتے
باپ کے مرنے پہ البتہ اب مجھے راحت ملی
یعنی دادا جان کی اندوختہ دولت ملی
مین نے وہ دولت اُڑائی خوب نا و نوش مین
چل پڑا اُتنا ہی مین جتنا بھرا تھا جوش مین
خوب اُڑائے مین نے پھر تو زندگانی کے مزے
اپنی اُس اُتری ہوئی ٹھنڈھی جوانی کے مزے
آخرش میری جوانی دیگئی مجکو جواب
سست ہو کر ہو گئے میرے تمام اعضا خراب

مدتون کرتا رہا مین یاد یا چشم پر آب
ہاے وہ میری جوانی ہاے وہ میرا شباب
پھر مجھے ہوش آیا اور پھر تو مری آنکھین کھلین
مالی حالت دیکھی تو اب عشر بھی اُسکا نہین
بدحواسی مین نہین سنے آؤ دیکھا اور نہ تاؤ
توبہ کی توبہ نہ کرتا تو مین کیا کرتا - بتاؤ ؟
پھر تو مین نے مال و دولت کی یہانتک طمع کی
کوڑی کوڑی دانت سے اپنے پکڑ کر جمع کی
جھوٹ سے - سچ سے - خوشامد سے ریا سے مکر سے
مین اسی کوشش مین رہتا تھا مری دولت بڑھے
اور اس کوشش مین موقع جب کبھی پاتا تھا مین
بس قسم کھا کر پرایا مال کھا جاتا تھا مین
خیر اور خیرات کا میرے یہان کیا ذکر تھا
اک خیالِ عاقبت سو اُس سے مین بیفکر تھا
لوگ تا میری دیانت پر نہ دل مین شک کرین
مار لیتا وقتِ فرصت اُلٹی سیدھی ٹکّرین
ہاتھ اپنے دوسرون کے خرچ پر ملتا تھا مین
اور پڑوسی کے مصارف دیکھکر جلتا تھا مین
بھوک سے مرتا ہو کوئی مین کھڑا دیکھا کرون
خود نہ دون اور دوسرا دیتا ہو تو دینے نہ دون
نام کی خدمت سے اپنے کو بچا جاتا تھا مین

ایسے جلسون مین ہمیشہ دم دبا جاتا تھا مین
اس تمول پر ہوا اب مجھسے نہ کوئی نیک کام
ہان مگر بچپن کا یاد آتا ہے مجکو ایک کام
دل کڑھا تھا اک ضعیفہ کی مصیبت دیکھکر
کچھ دیا تھا اُسکی مجبورانہ حالت دیکھکر
لیکن اُسکی لڑکی سے جو کچھ کیا مین نے سلوک
یاد کرنے سے کلیجہ مین مرے اُٹھتی ہی ہوک
پہلے اُس ناکتخدا سے آشنائی مین نے کی
اور پھر آخر مین کیسی بیوفائی مین نے کی
آہ! اس صدمہ سے اُسکو کوفت کچھ ایسی ہوئی
دل شکستہ ہو کے اور بیمار پڑ کے مرگئی
نامۂ اعمال میرا ہے سراپا پُر گناہ
ہی خباثت سے مری فردِ عمل بالکل سیاہ
آہ! ابتو پیاس کے مارے مرا جاتا ہون مین
ہی کلیجے مین لگی آگ اور پھُنکا جاتا ہون مین
حلق مین کانٹے پڑے ہین اور تالو خشک ہے
موت کا ڈر اسقدر ہی میرا لوہو خشک ہے

× × × × × × × ×

میرے ذاتی خرچ کا یہ حال تھا مین کیا کہون
لڑکے روتے روتے مرجائین مگر پیسا نہ دون

جب کبھی بچون نے ضد کی مین نے اُنکو کیا دیا
بس یون ہی باتون ہی باتو مین اُنھین بہلا دیا
مال و دولت سب یہ ہے بیٹا تمھارے واسطے
جوڑ کر رکھتا چلا جاتا ہون کسکے واسطے
قبر مین یہ سب نہ لیجاؤنگا اپنے ساتھ مین
خالی ہاتھ آیا ہون اور جاؤنگا خالی ہاتھ مین
سب تمھارا ہے۔ اُڑانا خواہ تم رکھنا اُسے
کون مانع ہوگا تمکو اور حق اسکا کسے
اسطرح کرتے تھے میری موت کا وہ انتظار
کر رکھا تھا مین نے اُنکو آپ ہی امیدوار
آج دیکھو کسقدر خوش خوش نظر آتے ہین وہ
رونا دھونا اکطرف ہنستے ہوے جاتے ہین وہ
دیکھو صورت پر کسی کے رنج و غم مطلق نہین
اُنکا منھ اُترا نہین ہے اُنکا چہرہ فق نہین
ہاے گھر والے نظر آتے ہین کیسے شادمان
کھنکھناتے پھرتے ہین جیبو مین میری کنجیان
کسقدر خوش ہین کہ اب سے سب اُنھین کا ہوگیا
آج سے افسوس اُنکا سب پہ قبضا ہوگیا
کوٹھری سے کیسی کھن کھن کی ابھی آئی صدا
ہاے میرا مال و دولت ہاے میرا روپیا
مین جیونگا۔ مین جیونگا۔ مین نہین مرتا ابھی

لو میں اُٹھتا ہون اُٹھا دُمین تو ہون اچھا ابھی
او اجل! او موت کیون ان سبکو کھا جاتی نہین
مجکو موت آتی ہو ان اُچّون کو موت آتی نہین
میرے نوکر۔میری بیوی۔میرے بچے موت لے
گھر مین اتنے آدمی ہین جنکو چاہیے موت لے
موت تو اِن سبکو لیلے مجکو جینے دے ابھی
مجکو کارِ خیر ان ہاتھون سے کرنا ہے ابھی
چھوڑ کر گھربار دولت مال کیسے جاؤن مین
کیسے حقدار انکا کیا حق کیون انھین دی جاؤن مین
کیون مین بیواؤن غریبون اور یتیمون کو نہ دون
جنکا دینا میرے کام آئے مین ایسون کو نہ دون
پانی۔پانی۔ٹھنڈھا پانی لاؤ اب پرہیز کیا
ابتو مین مرتا ہون مجکو پندِ طعن آمیز کیا
آہ! کیسے مجھپر آوازے کرڑے کستے ہین لوگ
رونے کی جا ہو کہ مین مرتا ہون اور ہنستے ہین لوگ
ہائے! کیسی حسرتین چھوڑے ہوے جاتا ہون مین
آہ! کتنی دل مین ارمانین لیے جاتا ہون مین

X X X X X X X X

کون آیا ایک عورت۔اک حسینہ نازنین
یہ ضعیفہ کی وہی مرحوم دختر تو نہین

آئی ہو جنت سے کیا مجکو یہ لینے کے لیے
منتظر تھی عاقبت مین ساتھ دینے کے لیے
لیکن اسکی چتونین کیون اسقدر خونخوار ہین
اسکی ہیبت ناک آنکھین بر سر پیکار ہین
ہاے۔ کیا یہ بھی کلیجہ میرا کھانے آئی ہو
ایسے نازک وقت مین مجکو ستانے آئی ہو
ہاے مین یہ دیکھتا ہون کیسی کیسی صورتین
کیسی ہیبتناک اور کیسی ڈرونی صورتین
بھوت ہی بھوت آج میرے گھر مین آکر بھر گئے
کیا ہوے گھر والے۔ کیا سب اک سرے سے مر گئے
آہ! یہ بھوت۔ آہ یہ۔ یہ تو وہی مظلوم ہے
دس برس پہلے ہوا جو قتل میرے ہاتھ سے
ہان مرے ہاتھون سے پہونچا تھا ضرر تجکو ضرور
لیکن او کمبخت میرے سامنے سے تو ہو دور
مین نہ دیکھونگا نہ دیکھون گا یہ شکل پُر گزند
لو مین اپنے ہاتھ سے آنکھین کیے لیتا ہون بند
بند ہین آنکھین مگر پھر بھی نظر آتا ہے یہ
میری آنکھون میرے دیدون مین گھسا جاتا ہے۔
ہاے پنجون سے گلا یہ تو دباتا ہے مرا
پیٹ مین گھُسکر کلیجہ کھائے جاتا ہے مرا
یون نہ مرتا لیکن ابتو واقعی مرجاؤن گا

مر کے کیا ہوئگا؟ کہان جاؤنگا؟ کیونکر جاؤنگا؟

قبر مین۔ افسوس اُس کالی اندھیری قبر مین
آہ ان بھوتون پریتون کی ڈرونی قبر مین
اور پھر دوزخ مین سانپون بچھوؤن کے غار مین
آگ کے شعلون مین۔ لوکون مین۔ عذاب النار مین
آہ ایسی عبرت افزا موت ایسی سخت موت
ہاے ایسی ناگہانی موت اور بیوقت موت
کسقدر بیوقت ہے افسوس میرا انتقال
اے اجل رہنے دے جینے دے مجھے دو چار سال
ایک ہی سال اک مہینہ۔ چند ہفتے اور ابھی
چند ہفتے۔ چند دن بس چند گھنٹے اور ابھی
اُف جلن۔ اُف آگ۔ اُف سینہ کی سوزش اُف پیاس
پانی۔ ٹھنڈا پانی۔ ٹھنڈا پانی شربت کا گلاس
او اجل... بس..... او موت... بس
ہاے دنیا۔ ہاے دنیا۔ ہاے دنیا کی ہوس
پھر ذرا دم لیکے اُسنے آہ کی اور کچھ نہ تھا
اک بھیانک چیخ کی آواز تھی اور کچھ نہ تھا

شراب الصالحین

مطبوعۂ رسالۂ "الناظر" لکھنؤ بابت جولائی سنہ ۹ع

نظیر بر کلکِ شاعر سے دمِ تحریر ہی پیدا فنا کا اک نشاط انگیز نغمہ اور وجدانی
یہ نغمے خامشی سے اُٹھکے ہر گوشہ سی دنیا کے غذائے روح بنتے ہین پے تفریحِ انسانی

یہ دنیا رنج کا ہی اک زچہ خانہ کہ ظاہر ہین ٹپکتا ہے رگِ ہر شاخ سے یان شیر پستان کا
اگر جب شاخِ گل کو غور سے دیکھا تو آہ اُسمین چھلکتا تھا لبالب جامِ خونِ بیگناہان کا

غلط کرتے ہین کہنے والے جو اکثر یہ کہتے ہین کہ رہتا ہی تعلق روح کو دنیائے فانی سے
یہ فکرونکی - غمونکی - حادثونکی اور عوارضکی اسے یہ زندگی - موت اچھی ایسی زندگانی سے

اگرچہ جیل مین ہین ہر طرح بیفکریان حاصل پھر اُسپر لطفِ یکرنگی پہننے اور کھانے مین
رہا ہو کر کسی قیدی کو یہ کہتے نہین پایا کہ کتنی کس مزیسے تھی ہماری جیلخانے مین

یہین کی ساری یہ عیسیان ہین لب زبان جو ہین علائق کو نہ روتی ہین نہ یاد احباب کرتی ہین
وہ اس طوفان سے بچکر تہِ گرمِ بحرِ تلاطم کو کھڑی ساحل پہ سیرِ کشتیِ غرقاب کرتی ہین

خزان مین پتیان سوکھی ہوئی صحنِ گلستان کی بگولون مین ہوا کے اُڑتی ہین اور پھر پھراتی ہین
یہ وحشی ہین کہ گویا چھوٹ کر قیدِ حوادث سے خوشی مین کھیلتی ہین ناچتی ہین اور گاتی ہین

ندا مین آرہی ہین صاف شوہستان ہستی سے
کہ او سرمستِ دولت اوے غفلت کے متوالے
یہ دنیا منزلِ راحت نہین ہی قعرِ دوزخ ہی
اُٹھ او فانی نکل دوزخ سی اور جنت کا رستہ لے

رہیگا تابکے آلودہ دنیا کی کثافت سے
ضروری روح کا ہی تیرے اکدن پاک ہو جانا
یہ تیرا جسم خاکی خاک کا پُتلا ہی اور اکدن
نتیجہ لازمی اسکا یہی ہی خاک ہو جانا

بہت ہوشیاریوں اور کاوشوںین کی بسر تونے
بس اب دنیا و مافیہا سے بالکل بیخبر ہوجا
چھلکتا ہی مے احمر کا شیشہ دستِ ساقی مین
ارے اک جام پی جا اور ہمیشہ کے لیے سوجا

گھنٹہ نہین بجے گا

پارلیمنٹ اور آزادی کے بانی مبانی الیور کرامول کے دور حکومت مین ایک نوجوان فوجی ملازم پر کسی قصور کی وجہ سے پھانسی کا حکم صادر ہوا تھا اور حکمنامہ کے یہ الفاظ تھے کہ دو جب گرجاگھر کا رات کا گھنٹہ بجے ٹھیک اُسوقت مجرم کو پھانسی دیجادے ،،

یون تو ہر نوجوان موت پُر حسرت اور عبرتناک ہوتی ہی ہے لیکن اس بدنصیب شخص کی موت زیادہ تر سخت اور سخت تر عبرتناک اس وجہ سے تھی کہ اُسی ہفتہ مین مرنے والے نوجوان کی شادی اُسکی حسین معشوقہ سے ہونے والی تھی۔ دونون کو ایک دوسرے سے بدرجہ عشق تھا اور اسوجہ سے کوئی دقیقہ عاشق کی جان بچانے کا باوفا معشوقہ نے اُٹھا نہین رکھا۔

اُسنے ججون سے گریہ وزاری کی۔ عدالت مین وکیلون کی طرح بحثین کین اور خود کرامول سے عرض والحاح کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ناامیدی کے عالم مین

اُسنے ایک تدبیر یہ سوچی کہ گھڑیالی کو گانٹھ کر اُس رات گھنٹہ کا بجنا ہی موقوف رکھے لیکن بدقسمتی سے اس کوشش مین بھی وہ ناکام رہی۔ شام ہونیلگی اور پھانسی دینے کی تیاریان شروع ہوئین۔ جلاد مجرم کو لیکر پھانسی کے پاس آموجود ہوا اور منتظر تھا کہ سورج غروب ہو اور گھنٹہ بجے۔ آخرکار گھنٹہ ہلا اور اُسنے کوئی آواز نہین دی تماشائی اور جلاد سب حیرت مین تھے کہ کیون گھنٹہ نہین بجتا۔ صرف ایک شخص اس راز سے واقف تھا۔ یہ وہی نازنین تھی جو نا امیدی اور یاس کے عالم مین دیوانہ وار گھنٹہ گھر کے پیچدار زینون پر چڑھتی ہوئی اس مخدوش مقام پر پہونچ گئی تھی اور بھاری گھنٹہ کی زبان پکڑے ہوے تھی۔ گھڑیالی نے رسہ پکڑ کے کھینچا اور چھوڑ دیا پھر زور سے کھینچا اور چھوڑ دیا لیکن گھنٹہ صرف ادھر اُدھر خاموشی کے ساتھ ہلتا رہا اور اُسکے برنجی لبون سے کوئی آواز نہین نکلی۔

بہادر نازنین کی حالت اسوقت نہایت مخدوش تھی۔ وہ دو سو فیٹ سے زیادہ بلندی پر گھنٹہ کا لٹکن پکڑے لٹکی تھی اور ہر جھونک پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گھنٹہ اُسکو کھڑکی کے باہر پھینکدیگا۔ آخرکار کہن سال گھڑیالی اپنی معمولی خدمت انجام دے کر چلا گیا۔ وہ بوجہ کبیر سنی کسیقدر اونچا بھی سنتا تھا اور اُسنے گھنٹہ کے غیر معمولی سکوت پر کچھ خیال نہین کیا۔ کرامول کچھ فاصلہ پر کھڑا یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اور وہ گھنٹہ کی اس خلاف معمول خاموشی کا سبب دریافت کرنے کے لیے بڈھے گھڑیالی کی طلبی مین چوبدار بھیجنے ہی کو تھا کہ اُسکے پانون پر چند گھنٹہ قبل عرض و الحاح کرنے والی نازنین دوڑ کر گر پڑی اور اپنی بے اختیارانہ حرکت بیان کی۔ اپنی زخم کھائی ہوئی ہتیلیان اور خونچکان انگلیان دکھائین جو رسہ کی رگڑ سے جابجا کٹ گئی تھین۔ کرامول کو اُسکی بیکسی پر رحم آیا اور اُسنے اُسکی مردانہ جرائت پر لحاظ کر کے اُسکے قصور کو معاف کر کے کہا "جا او بہادر لڑکی تیرا عاشق

زندہ رہیگا اور آج گھنٹہ گھر کا گھنٹہ نہین بجیگا"

اس دلچسپ واقعہ کو انگلستان کے ایک شاعر مسمی روزہارٹوک تھارپ Rose Hartwick Thorpe نے انگریزی مین نظم کیا ہے جسکا ترجمہ اُردو نظم مین یکم دسمبر ۱۹۰۹ء کے رسالہ الناظر لکھنؤ مین شائع کیا گیا تھا

وہو ہذا

انگلینڈ کے پہاڑون کی چوٹیون مین چھپکر — دکھلا رہا تھا اپنی تنویر شاہِ خاور
شام عروس سوہا جوڑا بدل رہی تھی — پھولی ہوئی شفق کا گلگونہ مل رہی تھی
سورج چھڑک رہا تھا روے زمین پہ غازہ — ہر شے مین پڑ رہی تھی گویا کہ جان تازہ
سب شادمان تھے لیکن دو نامرادِ اُلفت — رہ رہ کے دیکھتے اس تنویر کو بہ حسرت
اک ہونیوالا دولہا اک نازنین منگیتر — اک ہونیوالی بیوہ - اک مرنیوالا شوہر
رات آتی یا اجل کا پیغام آرہا تھا — سورج کے ساتھ اُنکا دل ڈوبا جا رہا تھا
لیتی تھی الوداعی بوسے شعاعِ خورشید — یعنی تھی الوداعِ جانِ الوداعِ خورشید
وہ سست نیمجان سا گردن جھکائے اپنی — یہ غمزدہ بھیانک صورت بنائے اپنی
اُسیر تو حکم پھانسی کا ہوچکا تھا لیکن — بیموت مر رہی تھی یہ نازنین کمسن
دیوانہ وار بکتی نکلی سشن جج سے — "گھنٹے کو آج بجنا ہی چاہیے نہین ہے
بجکر کسی پُرارمان کی کیا وہ جان لیگا — گھنٹہ نہین بجیگا - گھنٹہ نہین بجیگا"
یہ کہتی گھنٹہ گھر کو دوڑی گئی وہ مضطر — اور دھم سے گر پڑی وہ گھڑیالی کے قدم پر
پھر اُٹھکے اور دوزانو ہوکر وہ رو کے بولی — "اور رحم کے فرشتے سن ایک عرضِ میری"
دور اک پرانی سنگی تعمیر کو بتا کر — اور آہنی کٹہرہ کی سمت ہاتھ اُٹھا کر
بولی کہ وہ قیدی ہے اسنے نداکین ایک مجرم — اور دے چکا ہے اُسکو پھانسی کا حکم حاکم"
جب آج شب کو خونی گھنٹہ ترا بجیگا — پہلی صدا پہ اُسکی پھانسی پہ وہ چڑھیگا"

او نیک - او مقدس گھڑیالی تو بچا دے   اُس نوجوان مجرم کو اور مجھے جلا دے"

گھڑیالی نے یہ سُنکر کانون پہ ہاتھ رکھا   اور بولا "یہ تو بیٹی مجھسے نہ ہو سکیگا"

میری یہ عمر آئی ہی گھنٹہ گھر بجاتے   اور آج بھی رہیگا گھنٹہ ضرور بج کے"

" کردون مین عمر بھر کی خاک اپنی نیکنامی   مجھ سے کبھی نہو گی ایسی نمک حرامی"

جب یہ خلافِ امید اُسنے جواب پایا   مایوسی کا اندھیرا آنکھونمین اُسکی چھایا

تنگی وقت سے وہ اسدرجہ بوکھلائی   کچھ اور اُس سے فوری تدبیر بن آئی

اُسکے دماغ و سر مین وہ حکم گونجتا تھا   اور بار بار اُسکے کانون مین کہ رہا تھا

پہلی صدا پہ گھنٹہ کی آج شب کو پھانسی"   یہ حکم یاد آتے ہی وہ زمین سے اُٹھی

اور دل مین ٹھان کر اک منصوبہ بولی "اچھا   یہ ہی تو آج کی شب گھنٹہ نہین بجے گا

"بانگِ درا پہ جب ہی موقوف جان اُسکی   ان ہاتھون سے پکڑ لوگی مین زبان اُسکی"

اب رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا   جلاد پھانسی دینے مقتل مین آچکا تھا

اور سنگدل تماشائی منتظر کھڑے تھے   کان اُنکے گھنٹہ گھر کے گھنٹہ پہ لگے ہی تھے

اُسوقت گھنٹہ گھر کی اندھیاری سیڑھیون پر   دیوار پکڑے پکڑے چڑھتی تھی ایک پیکر

کاہیکو کام اُسنے ایسا کبھی کیا تھا   سینہ مین اُسکے تنہا سا دل دھڑک رہا تھا

آخر کو چڑھتے چڑھتے چوٹی پہ چڑھ گئی وہ   اور پاس اُس برنجی گھنٹہ کے بڑھ گئی وہ

پھر سر اُٹھا کے اُسنے اُسکو بغور دیکھا   لنگن کا وزن دیکھا گھنٹہ کا دور دیکھا

سمجھی کہ وہ معین وقت اب قریب ہی ہے   اور دیر ایسے موقعہ پر کرنا پر خطر ہی

یہ جان لینے والا گھڑیال بج نہ اُٹھے   یہ موت کا فرشتہ ناگہ گرج نہ اُٹھے

اس خوف سے تڑپ کر اوپر اُچک گئی وہ   اور گھنٹہ کا پکڑ کر لنگن لٹک گئی وہ

کتنی بلندی پہ تھی لٹکی ہوئی وہ بندی   مینار کی بلندی اور کسقدر بلندی

جسپہ جانہ تھا پہونچتا آبادی کا دھوان تک
دنیا کا شور و غل بھی جاتا نہ تھا جہان تک

آبادی کا چراغون کی وجہ سے پتا تھا
اک بقعۂ روشنی کا تھا نیچے شہر کیا تھا

نیچے چلی گئی تھین جو سیڑھیان مدور
تھین ٹھیک قعر دوزخ کا خوفناک منظر

دوزخ کا ڈر نہ مرنیکا خوف اُسکو مطلق
ارض و سما کے مابین اک جسم تھا معلق

x x x x

گھڑیالی گھنٹہ گھر کے نیچے کھڑا ہوا تھا
رسّے کو پکڑے ٹایم پیس اپنی دیکھتا تھا

تھا منتظر کہ سوئی جب ٹھیک نو بجائے
تو گھنٹہ گھر کا رسّہ وہ زور سے ہلا دے

موت اور نجات کا وہ ناشاد منتظر تھا
گھنٹے کی پہلی ٹن کا جلاد منتظر تھا

اب وقت ٹھیک نو کا بتلایا سوئیون نے
اور اب کھڑے کیے کان آواز پر سبھون نے

آہ اب کھنیچیگا رسّہ اور اب ہلیگا گھنٹہ
اب خوفناک اپنی آواز دیگا گھنٹہ

لو ہل رہا ہے لیکن اُسپر صد آفرین ہے
آج اُسمین اُسکی خونی آواز ہی نہین ہے

کیا بات ہے۔ کسینے جادو نہ کر دیا ہو
گھنٹہ کسی طرح بیقابو نہ کر دیا ہو

گھڑیالی نے بقوت ہرچند اُسے جھنجھوڑا
پھر کھینچا اور چھوڑا۔ پھر کھینچا اور چھوڑا

بڈھے بجانے والے نے زور کم نہ مارا
ہلتا رہا مگر اُس گھنٹہ نے دم نہ مارا

دور ایک ٹیکرے پر آکر ہوا نمایان
جمہوریت کا بانی سرتاج انگلستان

اور لگ گئین نگاہین سبکی کرامول پر
کیا حکم دے وہ دیکھین گھنٹہ کے اس خلاج پر

اکبار ہاتھ اُسنے خاموشی سے اُٹھایا
اور لفظ "بس" کا لب پر وہ حاکمانہ لایا

گھڑیالی رسّہ رکھکر ہٹ آیا گھنٹہ گھر سے
جسم معلق اُترا اپ چپکے منار پر سے

اور گرتی پڑتی پہونچی خوش خوش وہ اُس جبل پر
جاتے ہی گر پڑی وہ پاے کرامول پر

سب سرگذشت اپنی رو رو کے کہہ سنائی
گھڑیالی کی خوشامد۔ مینار کی چڑھائی

لنگن کو پکڑے گھنٹہ کے بیچ مین لٹکنا
آواز کیطرح سے گنبد مین سر پٹکنا

وہ انگلیان دکھا ئین جو رستہ کی رگڑ سے
چھل چھل گئی تھین بالکل کٹ کٹ گئی تھین جڑ سے
جو چومنے کے لایق پیاری ہتیلیان تھین
وہ آہ گہرے گہرے زخموں سے خونچکان تھین
دیکھا کرامول نے یہ حال زار اُسکا
اور رحم نے کیا دل بے اختیار اُسکا
بولا کہ جرم ثابت ہی گو ضرور اُسکا
لیکن معاف کرتے ہین ہم قصور اُسکا

جا نیکبخت شوہر زندہ ترا رہے گا
اور آج گھنٹہ گھر کا گھنٹہ نہین بجے گا

گذرے زمانہ کی یاد

(از آئرِشس ملاڈیز ٹامس مور)

اکثر شب تنہائی مین
کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیان
بیتے ہوے دن عیش کے
بنتے ہین شمع زندگی
اور ڈالتے ہین روشنی

میرے دل صدچاک پر

وہ بچپن اور وہ سادگی
وہ رونا وہ ہنسنا کبھی
پھر وہ جوانی کے مزے
وہ دلگی وہ قہقہے
وہ عشق وہ عہد وفا
وہ وعدہ اور وہ شکریہ
وہ لذت بزم طرب یاد آتے ہین ایک ایک سب
دل کا کنول جو روز و شب رہتا شگفتہ تھا سو اب
اُسکا یہ ابتر حال ہے
اک سبزۂ پامال ہے
اک پھول کمھلایا ہوا
ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا

روندا پڑا ہے خاک پر

یون ہی شب تنہائی مین کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی ناکامیان بیتے ہوے دن رنج کے
بنتے ہین شمع بیکسی اور ڈالتے ہین روشنی
اُن حسرتون کی قبر پر
جو آرزوئین پہلے تھین پھر غم سے حسرت بنگئین
غم دوستون کی فوت کا اُنکی جو انا موت کا
ہان دیکھ شیشہ مین مرے اُن حسرتون کا خون ہے
جو گردش ایام سے یا قسمت ناکام سے یا عیش غم انجام سے مرگ بت گلفام سے
خود دلمین میرے مرگئین کس طرح پانون مین جمرین
قابو دل بے صبر پر
جب آہ اُن احباب کو مین یاد کر اُٹھتا ہون جو
یون مجھسے پہلے اُٹھ گئے جسطرح طایر باغ کے
یا جیسے پھول اور پتیان گر جائین سب قبل از خزان
اور خشک رہجاے شجر
اُسوقت تنہائی مری بنکر مجسم بیکسی
کر دیتی ہے پیش نظر ہو حق سا اک برباد گھر
ویران جسکو چھوڑ کے سب رہنے والے چل بسے
ٹوٹے کیواڑ اور کھڑکیان چھت کے ٹپکنے کے نشان
پرنالے ہین روزن نہین یہ ہال ہے آنگن نہین پردے نہین چلمن نہین اک شمع تک روشن نہین
میرے سوا جسمین کوئی جھانکے نہ بھولے سے کبھی
وہ خانۂ خالی ہے دل پوچھے نہ جسکو دیو بھی

اُجڑا ہوا ویران گھر

یون ہی شب تنہائی مین
کچھ دیر پہلے نیند سے
گذری ہوئی دلچسپیان
بیتے ہوے دن عیش کے
بنتے ہین شمع زندگی
اور ڈالتے ہین روشنی
میرے دلِ صدچاک پر

شاعر کی قبر

۱

اے اجل! اے موت! اور اے نشترِ سوہانِ روح
یاد کرتے ہی تجھے بیچین ہو جاتا ہون مین
دفعتاً بجلی سی گر پڑتی ہے مجھپر اور مین
ایک ہیبت ناک تاریکی مین کھو جاتا ہون مین

۲

آہ ہنستے بولتے اکبار ہو جاتا ہون چپ
اور بنجاتا ہون گھنٹون مجسم خامشی
دیر تک رہتی ہے چھائی مجھپر اک افسردگی
موت کا سا اک سکوت اور ایک پُرغم خامشی

۳

کتنا دہشت ناک ہے اور کتنا پرغم یہ خیال
یعنی مین مرنا نچاہونگا مگر مرجاؤن گا
خیر مرجاؤن مگر پھر ہوگا میرا حشر کیا؟
مرکے کیا ہونگا؟ کہان جاؤنگا؟ کیونکر جاؤنگا؟

۴

اسکو بھی جانے دو - یہ مضمون وہ عقدہ ہے جو
حل ہوا ہے - اور حل ہوگا نہ جیتے جی کبھی
یون سمجھ لو - مرکے مین اک قبر بنجاؤنگا اور
بیکسی برسے گی اُسپر اور حسرت روئیگی

۵

یہ بھی ہے اک زندگی - اک بے تعلق زندگی
یعنی مین دنیا مین تو ہون گو برائے نام ہون

اس مکانین مین ہکین مرگ قسمت تھا کبھی
اب سرِ دیوار تصویرِ فنا انجام ہون

۶

سیر کرتے اکثر انکلینگے احباب اُسطرف
اور پڑہینگے فاتحہ پہلے وہ لیکر میرا نام
تذکرہ پھر میرا چھڑ جانے پہ آجائینگے یاد
کچھ مرے اشعار موزون کچھ پسندیدہ کلام

۷

اک صدی کے اندر ایسے لوگ بھی اُٹھ جائینگے
اور مٹکر بے نشان ہوجائیگا میرا مزار
اب یہ گویا ہوگی میری دوسری موت اور آہ
رہ نہ جائیگی بظاہر کوئی میری یادگار

۸

خیر ! - اصلی قبر وہ میری نہین احباب نے
ایک تو وہ سا بنا رکھا تھا میرے نام کا
مدفنِ اصلی ہی میرا گوشۂ باغِ سخن
شاعری میری ہی گہوارہ مرے آرام کا

۹

یہ تو میرے اپنے ہاتھون کی بنائی قبر ہی*
سوؤنگا مین اس لحد مین چین سے آرام سے
اور رہیگا سبزہ بھی محفوظ تربت کا مری
دور تاراج خزان سے گردشِ ایام سے

* نوٹ - اکثر شعرائے حال اس محاورے (میری اپنی - میرا اپنا) کو صحیح نہین مانتے اور جہان کہین ایسا موقع آجاتا ہی وہ ”خود میری“ یا ”خود میرا“ بولنا فصاحت اور صحت سمجھتے ہین چنانچہ رسالہ ادیب بابت جنوری مین مکرمی نوبت رائے نظرؔ نے اسی نظر سے بخیال خود صحت کردی لیکن جب ”خود“ اور ”اپنی“ دونون ہم معنی الفاظ ہین تو مین کوئی وجہ نہین پاتا کہ اُردو کے روزمرہ مین ایک اُردو لفظ کے ہوتے فارسی لفظ استعمال کرنا فصاحت اور صحت سمجھون اس خیال کے شعرا کا نہ مین شاگرد ہون اور نہ مقلد - مین اپنے جذبات کو اپنی ہی بے تکلف زبان مین اور اپنے خیالات کو اپنے ہی الفاظ مین ظاہر کرنا شاعری سمجھتا ہون - میرا اپنا جدا معاملہ ہے اور کے لین دین سے کیا کام - نادرؔ

حضرت قاضی الحاجات
و
انسان اشرف المخلوقات

اندھیری چھائی ہوئی تھی رات آدھی سے بھی کچھ زاید آ چکی تھی
گھڑی مرے کمرے کی ذرا دیر قبل بارہ بجا چکی تھی
تمام دن کی تھکاوٹ اور خواب خوش مین خلق خدا تھی غافل
جرایم عاصیان تھے غافل عبادت پارسا تھی غافل
مگر مری آنکھ کھل چکی تھی مین جاگتا آنکھین مل رہا تھا
پتہ نہ تھا نیند کا کہین اور کروٹین مین بدل رہا تھا
کہ دفعتاً ساہ جی کی کوٹھی سے نغمۂ خوشگوار اٹھا
وہ نغمۂ خوشگوار کھن کھن کہ چونک مین ایکبار اٹھا
تفخرانہ ادا سے نقدِ علیہ الرحمہ کھنک رہے تھے
زرِ علیہ السلام اسطرح شان مین اپنی بک رہے تھے

مین ایک بیدست پا وبیجان شے ہون لیکن امیر مین ہون
جلالِ فوج و سپاہ مین ہون — وقارِ شاہ و وزیر مین ہون
وہ چیز ہون مین کہ خلق رکھتی ہے جان کے اپنی ساتھ مجکو
جہان مین جاتا ہون لوگ لیتے ہین دوڑ کر ہاتھون ہاتھ مجکو
وہ چیز ہون مین کہ ساری دنیا کا کر رہا انتظام مین ہون

خدا نہین ہون مگر اس عالم مین اُسکا قائم مقام مین ہون
یگانے بیگانے تک خوش اُس سے عزیز خوش اقربا خوش اُس سے
مری خوشی ہے خوشی خدا کی مین خوش ہون جس سے خدا خوش اُس سے
مین خوش ہون جس سے اجل بھی آئے تو ایکبار اُسکو روکدون مین
خفا ہون جس بدنصیب سے مین اُسے جہنم مین جھونکدون مین
یہان رہے میرا ہوکے جو اُسکو عیش مین بیقیاس دیدون
وہان کا جب قصد وہ کرے تو مین اُسکو جنت کا پاس دیدون
حسینون کا رنگ روپ مین ہون - امیرونکے منھ کا نور مین ہون
دلونمین جوش و سرور مین ہون - سرونمین کبر و غرور مین ہون
چمک حسینون کے منھ پہ آجاتی ہے یکایک چمک سے میری
کھرے امیرون کے کان ہوجاتے ہین ہمیشہ کھنک سے میری
مین کام بگڑے ہوے بناؤن - مین دوست روٹھے ہوے مناؤن
مین جان جاتی ہوئی بچاؤن - مریض مرتے ہوے جلاؤن
عیوب انسان کے چھپا دون - سزاے قانون سے بچادون
عبادتین اورون کی دلادون - گناہون سے نیکیان بڑھادون
یہی سبب ہے کہ آج دنیا کا چپہ چپہ وطن ہے میرا
جہان بھر مین ہے گشت میری زمانے بھر مین چلن ہے میرا
امیر افکار شان مین ہین - غریب فکر معاش مین ہین
معاش کیا شان کیا؟ حقیقت مین سب یہ میری تلاش مین ہین
طبیب خواہان کہ ہوکے بیمار کوئی اچھا رئیس آئے
پھر اُسپہ برسون رہے وہ لٹکا کہ روز ہاتھ اپنے فیس آئے

مراقبے مین دعا ہے صوفی کی یا الٰہی قبول ہو وے
کوئی امیر آکے ہو مرید اور نذر اُس سے وصول ہو وے
وکیل اس فکر مین کہ دنیا مین آئے دن جنگ زرگری ہو
کہ وہ عدالت سے گھر جب آئے تو جیب اور کوٹ کی بھری ہو
پدر کو کیون ہے پسر سے اُلفت ؟ کہ صاحب جاہ و شان ہوگا
بہت کمالائے گا وہ دولت بڑا کماؤ جوان ہوگا
میان سے بیوی کو عشق کیون ہے ؟ کہ توڑے لا لاکے کھولدیگا
مجھے وہ سونے سے لاد دیگا۔ مجھے وہ چاندی مین تولدیگا
غریب مفلس کو چاہے انسان اُس مین اتنا بھی حوصلا ہے ؟
فلان فلان مین ہے عشق صادق سنا کرو سب ڈھکوسلا ہے
بھلا کوئی بات ہے کہ ہو جائے آدمی عاشق آدمی پر
یہ میری درپردہ بیعتین ہین یہ سلسلہ ختم ہے مجھی پر
غرض زمانہ مرے تجسس مین رات دن کھا رہا ہے چکر
دوکانین رکھ رکھ کے۔ خدمتین کرکے۔ ناچ کر۔ کود کر۔ مٹک کر
کیے ہین ایجاد میرے لینے کے خلق نے مختلف طریقے
تبادلہ سے۔ ملازمت سے۔ دباؤ سے۔ مکر سے۔ دغا سے
اگر نہ کردون تبادلہ کا مین فیصلہ درمیان مین پڑ کر
تمام ہو انتظام برہم تمام ہو کاروبار ابتر
کیا ہے رسوا سب مجھے اس انسان بوالہوس اور بدنظر نے
ہزار دن رکھے ہین نام دنیا مین میرے اس لالچی بشر نے
سبب یہ ہے اپنی سخت ذلت سمجھتے ہین میرا نام لیتے

محاورونمین یہ بات کرتے ہین اصطلاحون سے کام لیتے
کبھی نہ یہ بھول کر کہینگے کہ روپیہ بیس۲ تیس۳ لاؤ
ہمارا حق دو ۔ ہمارا نذرانہ ۔ خرچی لائے ہو؟ فیس لاؤ
جب انکو دنیا لگی سمجھنے تو اک طریقہ نیا نکالا
زبان چھوڑی ۔ کلام چھوڑا ۔ اشارون سے مدعا نکالا
اگر ہے اظہار بے زری کا تو ہاتھ دکھلائینگے گھما کر
جو مانگین گے زر تو صرف انگوٹھے کو کلمہ کی انگلی سے لڑا کر
پھر اُسپہ جب لینگے کس شرارت سے انگلیون پر نچا کے لینگے
زمین پہ مجکو پٹک کے لینگے اوچھالکر اور بجا کے لینگے
تم انکا یہ پاجی پن تو دیکھو کہ جسکو اپنا کفیل سمجھین
اُسی کو اتنا حقیر سمجھین ۔ اُسی کو اتنا ذلیل سمجھین
مجھے مقفل یہ کرتے ہین سیفؑ اور صندوق آہنی مین
زمین مین مجکو دفن کرنے ہین بند کرتے ہین کوٹھری مین
چھپائینگے اسطرح کہ آواز بھی کوئی سُن مری نپائے
زبان سے میرا نہ نام لینگے کہ کوئی سُن گُن مری نپائے
مگر رہیگا سنہرے حرفون مین حشر تک میرا نام روشن
رہینگے دنیا مین مثل خورشید زر علیہ السلام روشن
یہ اُسکا لاف وگزاف سُن سُنکے مجسکو جو پیچ وتاب آیا
ڈپٹ کے کمرے سے اپنے باہر نکل برائے جواب آیا
اور اسطرح سے کیا مخاطب اُسے کہ او سفلے! او سے کمینے!
تو اپنے محسن سے اپنے دلمین بھرے ہے کمبخت اتنے کینے

نوٹ ؑ سیف ہر قسم نقد وغیرہ رکھنے کا ایک مضبوط فولادی صندوق ۔

تجھے جس انسان نے بنایا اُسی کی کرتا ہے تو بُرائی +
خدا کی شان اور خدا کی قدرت کہ پانون کی جوتی سر پر آئی
اُنھین سے باتین بنا یہ جا کر جو تجھی تجھکو جانتے ہین
جو کر رہے ہین تری ہی پرستش - جو تجھکو اوتار مانتے ہین
ہمارے نزدیک تو جہان مین حقیر تر ہے ذلیل تر ہے
خدا تو کیا بندہ بھی خدا کا نہین ہے تو بندۂ بشر ہے
تبادلہ کی سہولیت نے بنایا تجھکو جو درمیانی
تو اُس پر اِس درجہ کبر تجھکو یہ موشگافی یہ لن ترانی
یہ حق جو تجھکو ہے پیسون کو بھی ٹکون کو بھی پائیون کو بھی ہے
یہ فخر جو تجھکو ہے وہ ڈھیلون کو بھی ہے ؟ یا کوڑیونکو بھی ہے ؟
ترا تو پیچھے وجود ہے تیری مورث اعلےٰ تو کوڑیان ہین
ذرا یہان آکے وہ بھی دعوےٰ کرین خدائی کا - وہ کہان ہین ؟
تری اصالت سے ہم ہین واقف بنا نہ باتین فضول ہمسے
کہ کیا تھا اور کیا سے کیا ہوا تو - سُن اپنی شان نزول ہمسے
زمین کے اندر اندھیری کانون مین خاک مین تو اٹا ہوا تھا
نہ تجھ مین یہ نور یہ چمک تھی نہ روپ تھا اور نہ روپیہ تھا
مگر وہ ہم تھے جنھون نے اُسدن سے آج یہ دن دکھایا تجھکو
گلا گلا کر تجھے کیا صاف اور کندن بنایا تجھکو
ہمارے ہاتھون سے اور ہتوڑون سے مدتون تو پٹا کیا ہے
بنا ہے تو جا کے جب کہین زیور اور سکہ ترا بنا ہے
ترا ہی منھ پھوڑنے کو احمق ملا دیا تجھ مین کھوٹ ہمنے

غرور تیرا ہی توڑنے کو چلا ہے کاغذ کے نوٹ ہمنے
بڑا بنا کام آنے والا بڑا بنا رزق دینے والا
ہمارا رزاق بنکے آیا ہے - بن تو جا منہ کا تو نوالا
تو اسلیئے ہے کہ تجھکو دیکر غذا خریدین ہم اور کھائین
جہان غذا ہی نہو میسر وہان تجھے لیکے کیا چبائین
تجھے مبارک رہے جو دنیا تمام زیر نگین ہے تیری
ہزارون ایسے پڑے ہین بندے کہ جنکو پروا نہین ہے تیری
وہ ایک قارون ملگیا کیا تجھے بڑی تو نے گھات ماری
مین تجکو ایسے ہزارون گن دون جنھون نے دولت پہ لات ماری
اگر جو زیر نگین ہے دنیا تو کیا تری نیک نیتی سے ؟
دباؤ سے - مکر سے - دغا سے - فریب سے ظلم سے ٹھگی سے
چلا ہے دنیا مین اور عقبےٰ مین راحتین بیقیاس دینے
بڑا بنا پاسبانِ جنت - چلا ہے جنت کا پاس دینے
بہشت سے تجکو واسطہ کیا ؟ - بہشت ہمکو دلائیگا تو ؟
گناہگار اپنی تو خبر لے کہ خود جہنم مین جائے گا تو
نکالا دوزخ سے کسکو تو نے ؟ - غمون سے کسکو نجات دیدی
بچایا کس کسکو موت سے ؟ - اور بہشت کس کسکو مول لے دی
حوالہ بھی تو کسی کا دیگا کہ سب سے ہے ظاہر کی لن ترانی
بتائے گا نام بھی کسی کا کہ سب جمع خرچ ہے زبانی
یہی رفاقت تھی تو نے کمبخت کی جو قارون سے رفاقت ؟
یہی اگر دوستی ہے تیری تو اس تری دوستی پہ لعنت

کہ ہاتھ اُٹھا کر دیا نہ دینے کچھ اُسکو راہِ خدا مین تو نے
سوار چھاتی پہ ہو کے پہونچایا اُسکو تحت الثریٰ مین تو نے
تری محبت نے ڈس کے پیوند اُسکو آخر کیا زمین کا
ترے خزانہ کا ناگ تو سانپ بنگیا اُسکی آستین کا
بڑے ترے جاہ و شان والے۔ بڑے ترے مال تال والے
زمین مین بن رہے ہین کیڑے مکوڑون کے رات دن نوالے
عذاب سے تو بچا سکے گا کیسے کہ تو خود عذاب جان ہے
کہ تیری موجوگی سے ہر وقت خدشۂ مرگ ناگہان ہے
ادھر تو بیٹھے ہوے ہین پہرے کہ بے اجازت نہ آئے کوئی
اُدھر یہ ڈر ہے کہین طپنچہ نہ سوتے مین جھونک جائے کوئی
کہان رہے کس کے پاس بیٹھے۔ ہزار دوست اور ہزار دشمن
نہ لایق اعتماد دوست اور نہ قابل اعتبار دشمن
ہین غیر تو پھر بھی غیر۔ اُنسے کسی کو امید خیر کیا ہو
خود اپنی اولاد منتظر ہے کہ باپ مرجائے فیصلا ہو
غرض ہے بازی گہ جہان مین تری ہی چالون سے بد قماشی
ٹھگی۔ ڈکیتی۔ لڑائی۔ چوری۔ قمار بازی و بد معاشی
ہزارون دنیا مین تو نے خونخوار آدمی کر دیے ہین پیدا
ہزارون عیار اور ہزارون خوشامدی کر دیے ہین پیدا
کسی کو تو دے رہا ہے لالچ۔ کسی کو تو زہر دے رہا ہے
کسی کو تو ذبح کر رہا ہے۔ کسیکا ایمان لے رہا ہے
جہان مین گشت رات دن کر رہا ہے واعظ بنا ہوا تو

ہر اک کو بدنیتی کی تعلیم دے رہا ہے چھپا ہوا تو
مخالفت کر رہا ہے سختی سے اُن قوانین سلطنت کی
ہے جن پہ بنیاد عدل کی - امن عامہ کی - معاشرت کی
غضب خدا کا کہ ان جرائم کا اور خونخواریوں کا بانی
دکھا رہا ہے یہ پاکبازی - اُڑا رہا ہے یہ لن ترانی
فریب دیکھو کہ لکھ کے چہرے پہ نام ایڈورڈ ہفتمی کا
یہ ہاتھ کا سیل مدعی بن رہا ہے اعجاز موسوی کا
اُٹھائی گیرا زمانے بھر کا - چھٹا ہوا جعلساز - اُچکّا
کمینہ - پاجی کہین کا - بیشرم - بیحیا - بدمعاش پکّا
بس اب خبردار تو نے اسوقت اگر ذرا منھ سے چون نکالی
ابھی کرونگا رپورٹ تیری - ابھی دکھاؤنگا کوتوالی
اسی مین تیری سلامتی اور ہے اسی مین ترا اُجالا
کہ خامشی سے منائے جا تو ملک معظم کا بول بالا

دو تصویرین

اک مصور وقتِ فرصت کھینچنے بیٹھا شبیہ
کسکی ؟ اک معصوم انسان ایک پاک انسان کی
چھوڑ کر لاکھون مقدس صورتین کی انتخاب
پیکر معصومیت اک طفلک نادان کی

ہو گیا تصویر کھینچے اک زمانہ منقضی
اور وہ کمسن مصور ہو گیا پیر ضعیف
اب خیال آیا کہ کھینچے ایسے انساں کی شبیہ
جسکی بداعمالی سے ہو روح تک اُسکی کثیف

اس تجسس مین گیا وہ سوے زندان و روان
دیکھا کالی کوٹھری مین پابزنجیر اک اسیر
جسکی صورت سے تھین ظاہر اُسکی بداعمالیان
اور تھا پھانسی کا جس بدبخت پر حکم اخیر

کھینچکر تصویر لکھنے بیٹھا اُسکا نام تو
نوٹ بک پر نام اُسکا پہلے سے مرقوم تھا
یعنی وہ تصویرین اگلی پچھلی دونون ایک تھین
اور وہ پُر معصیت بڈھا وہی معصوم تھا

پیکر بیزبان

ذیل کی نظم رسالۂ ادیب مئی سنہ ۱۹۱۰ع کے نمبر مین ہمراہ تصویر شائع ہوئی اور اڈیٹر ادیب نے حسب ذیل ریویو کیا

مندرجۂ بالا نظم کے ساتھ حضرت نادر کی تصویر جو اسکے مقابل مین جلوہ افروز ہے ایک بالکل انوکھی تلمیح پیش کرتی ہے - کچھ عرصہ ہوا کہ ہمنے ایک خاص مرقع کے لیے اپنی دیرینہ دوست جناب نادر سے اُنکی تصویر مانگی تھی تصویر کے ساتھ نازک خیال شاعر نے ایک نظم بھی ارسال کی جو بالکل نئی اور انوکھے طرز خیال پر مبنی تھی اور جسے ہم ایک عمدہ تلمیح کہہ سکتے ہین - مرقع مذکور کی تیاری مین اسلیے ناکامی ہوئی کہ ادیب کے خاص خاص قلمی معاونین مین سے بعض بعض حضرات نے اپنے فوٹو بھیجنے مین خاص معذرت کی - ناچار جسقدر تصاویر آگئی ہین اُنھین خاص خاص موقعون پر علحدہ علحدہ شائع کیا جائیگا - اس نظم مین جناب نادر کے مخاطب ہم ہین نہ کہ کوئی خیالی معشوق جیساکہ عام مذاق کے مطابق شبہ ہوسکتا ہے -

وہو ہذا

اُنکا اصرار ہوا بھیجدو تصویر اپنی
مین سمجھتا تھا کہ رسوائی ہے تشہیر اپنی
کہ یہ تصویر ہے - تصویر مین آواز کہان
وہ جس انداز کے خواہان ہین وہ انداز کہان

لیجیئے - بھیجکے رسوائی مرے ہاتھ آئی کیون نہ کہتا تھا مین آخر کو وہی بات آئی
اب وہ مچلے ہین کہ تصویر بھی کچھ بات کرے کچھ ہنسے بولے کچھ اظہار خیالات کرے
دھوم سنتے ہین بہت اسکی خوش الحانی کی آج دے ہمکو یہ تعلیم غزل خوانی کی
خوب مضمون ہے اسکا وہ شعاع امید اور وہ مثنوی نور محل کی تمہید
تازہ تصنیف کوئی اپنی غزل پڑھکے سنائے کچھ پھڑکتے ہوے اشعار ہی یہ اپنے سنائے
اسلیے اسکو بلایا ہے کہ صورت دیکھین اسکی تقریر سنین - اسکی طلاقت دیکھین
اسمین طاقت ہی نہین جب سخن آرائی کی تو یہ تصویر بھی اک شکل ہے رسوائی کی
اور اُٹھاکر کچھ اسیطرح وہ تمہید کلام رکھتے ہین پیکر بیجان سے امید کلام
بیزبان چیز سے ہے نغمہ طرازی کی امید قبر حاتم سے ہے مہمان نوازی کی امید
کان رکھ رکھ کے سُنا چاہتے ہین غور سے کچھ منتظر ہین کہ صدا آئے لب گور سے کچھ
کون کہدے کوئی اس منزل عالی مین نہین صاحب خانہ اب اس خانۂ خالی مین نہین
شاہ جی - آگے بڑھو اور کوئی در دیکھو جاؤ بستی کیطرف - کوئی بھرا گھر دیکھو

+ + + + + + + + +

تنگ ہین شورش ہستی سے فراغت والے تخلیہ ڈھونڈھتے پھرتے ہین نزاکت والے
بنگئے شیشۂ آئینہ پہ تصویر کہین ہو گئے باعث آرائش تعمیر کہین

ھ٥ ہرچند قوافی مین اس قسم کا تصرف ناجائز اور غلطی ہے لیکن مذہب شعرا مین مضامین اور روانی کا خوف کرکے اصول قافیہ کی پابندی کرنا گناہ بلکہ گناہ کبیرہ ہے - شاعری مین نیا تخیل پیدا کرنے اور نئی روح پھونکنے کے لیے ضرورت ہے کہ اصولی پابندیاں محدود کرکے اُسکا میدان زیادہ وسیع کیا جاوے لہذا آزاد خیال شعرا جان بوجھ کر اس قسم کی غلطیون سے درگذر کرتے رہے ہین -

دیکھتے سب ہین مگر منہ سے نہین کہتے کچھ — محو آرائشِ تمکین ہین وہ ایسے کچھ

شکل عبرت کی ہے دلچسپی کی اک صورت ہے — نگہِ حسرتِ تصویر بھی اک طاقت ہے

اُٹھ گیا بزم خرابات سے کوئی مینوش — میز پر چھوڑ کے اک شیشۂ خالی خاموش

جسمین کچھ دورِ شبینہ کا نشان باقی ہے — نگہِ حسرت نظارگیان باقی ہے

جل بجھی شمع مگر ہے اثرِ پروانہ — اوڑتے پھرتے ہین بگولو نہین پرِ پروانہ

سطح مواج سمندر پہ ہے اک شکل حباب — دیکھتی موجِ پر آشوب کو ہے چشم پر آب

کہے کس منہ سے کہ مین ہستی بیطاقت ہون — مین سر بزم تماشا نگہ حسرت ہون

کارسازان کہ پر اسرار زبانم دادند
مہرِ خاموشی حسرت بہ لبانم دادند

مقدس سرزمین

مرحبا اے مادرِ ہندوستان جنت نشان
مرحبا اے بھارت اے روحانیت کی سرزمین
ہم کہے جائینگے مکہ اور مدینہ چھوڑ کر
ساری دنیا مین ہے تیری پاک تر بہتر زمین

تو فضائیت مین شادابی مین پیدا دار مین
سب ممالک سے ہے افضل سب ممالک سے قدیم
تجھ مین تھا اُسوقت نورِ حق پرستی جلوہ گر
جبکہ روشن بھی نہ تھی شمع تجلاے کلیم

دوزخ و جنت کا دنیا مین دکھا دیتی وجود
کیا کوئی معمولی طاقت ؟ یا اک انسانی دماغ
رہ گئے حیران حکما مصر اور یونان کے
تیرے رشیون نے لگایا جب تناسخ کا سراغ

تیرے بندرابن سے اُٹھا پہلے ہو حق کا خروش
کیونکہ دنیا کا وہی پہلا عبادت خانہ تھا
وہ کنھیا اور وہ تیرا بانسلی والا کرشن
با خدا تھا برگزیدہ تھا نبی تھا یا نہ تھا

بج اُٹھی تھی بانسلی گوکل مین تیری ایکبار
آجتک دنیا مین ہے آواز اُسکی گونجتی
وہ زمانہ گذرے صدیان ہوگیئین گو چار ہزار
آجتک محفل جمی ہے گوپیون کے رقص کی

سب سے پہلے تیرے گوتم اور گوپی چند نے
چھوڑ کر سب راج پاٹ اپنا گدائی کی قبول
اور وہ عارف وہ تیرا نامور شاعر کبیر*
بٹ گئے ہندو مسلمان مین برابر جسکے پھول

اے بہارستان جذباتِ۔اے خراباتِ خروش
سیرگاہِ سعدی شیراز و بزم والمیک
ہے خم و مینا مین تیرے خاکِ خسرو تہ نشین
اور ساغر مین تیری خونِ سرمد ہے شریک

* مصنف پرافٹس آف انڈیا Author of Profits of India لکھتا ہے کہ کبیر کی میت پر ہندو مسلمانونمین جنکے سرغنہ مہاراجہ بنارس اور بجلی خان تھے جنگ عظیم ہوجاتی اگر کبیرداس کی پاک روح اس خطرناک موقع پر ظاہر ہوکر تصفیہ نہ کردیتی کبیر کی نعش کو اپنے اپنے طور پر دفن کرنیکا جھگڑا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ نعش کی جگہ صرف تھوڑے پھول کفن مین رکھے ہین تو نصف پھول لیکر راجہ بنارس نے گنگا کنارے جلائے اور خاکستر پر مٹھ بنوادیا اور نصف پھول مسلمانون نے مگر مین جہان کبیر نے وفات پائی تھی دفن کرکے عظیم الشان مقبرہ تیار کرایا جو ابتک زیارت گاہ خلائق ہے ۔

قطعات و رباعیات

نیکنامی و نامی

عورت ہو کہ مرد - نیکنامی اُسکی اُسکا ذاتی گران بہا زیور ہے
یہ جسمین ہے آبدار موتی ہے وہ یہ جسمین نہین وہ بدنما پتھر ہے

جس نے زر نقد کچھ چرایا میرا لیجائے - خیر اُسی کے کام آئیگا
زر ہاتھ کا میل اور ایسی شے ہے اس ہاتھ گیا اُس ہاتھ آجائیگا

لیکن او چور - او ستمگر بدگو رسوا ترے ہاتھ سے مین کیا کچھ نہوا
ظالم تو نے وہ مال میرا لوٹا مین منگیا اور تیرا بھلا کچھ نہوا

شیکسپیر

عبرت

چشم عبرت کھول اور شاہونکا تو انجام دیکھ آسمان نے ہائے کیسی انکی مٹی کی خراب
یادگارِ قصرِ قیصر ایک ویرانہ ہے بس اور اک کھنڈہل کہ تھا وہ گنبدِ افراسیاب
جھولتے تھے جنمین پردے قاقم و سنجاب کے گونجتا تھا جنمین شورِ نغمۂ چنگ و رباب
اب اُنھین مین مکڑیان ہین پردہ دار بیکسی چغد ہے نوبت نواز دورِ دورِ انقلاب

فارسی

وفات نواب محسن الملک

بنیاد کوئی چندہ کی ڈالی ہے وہان یا عہدہ سکرٹری کا خالی ہے وہان
کیون ملک عدم کو تم چلے اے مہدی کیا کانفرنس ہونیوالی ہے وہان

دیگر

اُسوقت کہ جب احمد و محمود نہ تھے — مہدی و مسیح کوئی موجود نہ تھے
زنہار نہ تھی قوم کو پروا اے امام — مہدی تو تھے گو مہدی موعود نہ تھے

دیگر

یاد آتا ہے آہ وہ کلام مہدی — وہ فکر رسا وہ انتظام مہدی
نالان ہے ملک سُن کے مرگِ محسن — روتی ہے قوم لیکے نامِ مہدی

دیگر

اب قوم کو کچھ کرنے کا یارا نہ رہا — اُسکو تنکے کا اب سہارا نہ رہا
ہر قوم کا ہادی ہے کوئی لیکن آہ — ہم کسکے ہون کوئی ہمارا نہ رہا

شکست کانگرس

کانگرس ٹوٹی مگر اب کانگرس ہر فرد ہے — قوم کا اب بچہ بچہ اک بہادر مرد ہے
ٹوٹ کر گو شیشۂ دل ہوگیا ہے چور چور — لیکن اِسکا ریزہ ریزہ اک دلِ پُر درد ہے

دیگر

بکھرے اجزا مگر نہ قوت ٹوٹی — اب پھیل گئی اور جماعت ٹوٹی
ٹوٹی ہوئی شیشہ کی وہی ہے جھنکار — دل ٹوٹ گیا مگر نہ ہمت ٹوٹی

حقوق رعایا

سائل سر عدالت اگر داد خواہ ہے — حاکم کی رائے ہے کہ نہ دے بادشاہ ہے
لیکن غریب پر ہے بغاوت کا جرم کیون — اپنے حقوق مانگنے مین کیا گناہ ہے

اتفاق

یاخدا وہ دن دکھا محسود و حاسد ایک ہون — دوست دشمن ایک اخیار و مفاسد ایک ہون
یون لڑین ہندو مسلمان ہو مگر جب بحث ملک — سب کے اغراض ایک او سب کے مقاصد ایک ہون

نفاق

اچھا ہے ہندو مسلمان کا نفاق
آپس ہی مین انکی مار کوٹ اچھی ہے
میوون کا ذکر تھا کہ اک بیگانہ
بول اُٹھا کہ اس ملک مین پھوٹ اچھی ہے

قومی تنزل

کھیلتے راہِ ترقی مین کبڈی ہیگئے
ہمرہان آگے گئے اور ہم پھسڈی ہی رہگئے
مفت خوری جلدی جلدی کرکے دسترخوان صاف
اُٹھ گئے اور چوستے ہم ایک ہڈی رہگئے

ترقی و تنزل اسلام

یون رہتے ہین پیچھے آگے یون بڑھتے ہین
یون گرتی ہین آسمان پہ یون چڑھتے ہین
یہ مسئلہ ارتقا کا ہمسے سمجھین
اسکول مین لوگ جاکے کیا پڑھتے ہین

شکست کانگرس

کیا غم جو خم مے سرِ محفل ٹوٹا
اک شیشہ تھا ٹوٹنے کے قابل ٹوٹا
غم تو ہے کانگرس کا یہ کیا ٹوٹی
ہمت ٹوٹی مری ۔ مرا دل ٹوٹا

خیالات پریشان

اے پریشان خیالات کہان رہتے ہو
شب کو تم سیلِ حوادث کیطرح بہتے ہو
کسی دشمن کو بھی ہرگز نہ وہ سنوائے خدا
ایک بیمار کے تم کان مین جو کہتے ہو

کیفیات زندگی

عیش ۔ غم ۔ دولت کا نشہ فکر احتیاج کی
کل کا غم ۔ پرسونکا دھڑکا اور راحت آجکی
کیسا لہرین لے رہا ہے رات دن بحرِ حیات
بیٹھکر ساحل پہ سیرین دیکھیے امواج کی

نوشتۂ قسمت

قسمت کے لکھے کا کوئی مفہوم نہین
ایسا مرقوم ہے کہ مرقوم نہین
پوچھی جو فلک سے مین نے تعبیر حیات
آواز آئی کہ ہمکو معلوم نہین

فخر خود

دریا کو نہ دیکھ اُسکی روانی کو دیکھ
نیسان کو نہین گہر فشانی کو دیکھ
میرا منھ دیکھتا ہے تو اے سامع
مجکو نہین میری خوش بیانی کو دیکھ

ایضاً

جس بزم مین جس شہر مین جا نکلا ہون
روتی ہوئی صورتین ہنسا نکلا ہون
جب بحر مین ہے مین نے لگایا غوطہ
مونگے موتی اُچھالتا نکلا ہون

ایضاً

خمخانہ مین میرے جشن احباب رہے
محفل مین مری دور مے ناب رہے
ایسا اک باغ مین لگا جاؤن کہ وہ
پھولے پھلے اور ہمیشہ شاداب رہے

ایضاً

نالہ سے مرے کسکو نہ کچھ جوش ہوا
نغمہ مرا کسکا نہ دُرِ گوش ہوا
تھی آہ مین میری بیخودی کچھ ایسی
جس نے اُسے سُن لیا وہ بیہوش ہوا

غلطیون کا اعتراف

مانا نغمہ میرا خوش آیند نہین
اور پردگیان عشق خورسند نہین
لیکن یہ خروش دل ہے یہ ہین جذبات
جذبات کبھی ادب کے پابند نہین

دل افسردگی

شادابی لالہ زار آنے سے رہی
گلبانگ لب ہزار آنے سے رہی
دل کی پژمردگی ہے بڑھتی جاتی
اس باغ مین اب بہار آنے سے رہی

غزلیات عاشقانہ

فارسی

حلقۂ رندانہ با پیمانہ و ساغر زنم — توبۂ دیرینہ را ای شیخ پا بر سر زنم
کے خوش آید گلخن دنیا مرا ای خاکیان — منکہ طرح آشیان بر گنبد اخضر زنم
این لب جان بخش تو از چشمۂ حیوان خوش است — طالع اسکندری بر گور اسکندر زنم
یاد منصورم صلیب اندر کلیسا میدہد — نعرۂ چند از انا اللہ و انا الحق بر زنم
کودکان کردند موزون شعر ہا بر مرگ من — مردۂ آوارہ در ہر کوچۂ دہر بر زنم

نادر از نے نائے موسیقار پیدا میکنم
ساعتے دیگر نشین تا نغمۂ دیگر زنم

اُردو

مضمون نہیں ہے صاف نوا ہنگ راز ہے — ہر حرف شعر کا لب خاموش ساز ہے
میں آپ ہی لگائے ہوں اپنے جگر میں آگ — سینہ میں ورنہ سوز نہ دلمیں گداز ہے
ایک بیخودی نے ڈالی ہیں لاکھوں ہی گتھیاں — جو بات ہے وہ بھید ہے جو شے ہے راز ہے
وان حسن سے بنے ہیں وہ اک پیکر جمال — یان اک مرقع حسرت نظارہ باز ہے
وہ ہیں کہ بات ہی نہیں سُنتے غریب کی — میں ہوں کہ دفتر گلہ ہائے دراز ہے
پہلے تھا سر میں حب وطن کا مرے جنون — اب خبط یا وہ گردی دور و دراز ہے
اچھا تھا وہ شباب کہ کچھ سوجھتا نہ تھا — اب ہر قدم پہ خوف نشیب و فراز ہے
اک سلسلہ ہے نا متناہی خیال بھی — جتنا دراز کیجیے اُسکو دراز ہے
ہر وقت کشمکش میں ہیں امید و بیم کے — احمق ہیں جنکو خواہش عمر دراز ہے
اک آنکھ خوف تیرگی قبر میں ہے بند — اور ایک شوق عرصۂ محشر میں باز ہے

ہے ذرہ ذرہ پرتو مہر جمال یار
دنیا نہین ہے خانہ آئینہ ساز ہے
کچھ آہ و نالہ کا نہین کھلتا اثر مگر
اتنا کہ اسمین سوز ہے اور اسمین ساز ہے

نادر سناؤ اک غزل عاشقانہ اور
اور اک گلاس ابھی تو در توبہ باز ہے

زاہد کو اپنے زہد پہ کس درجہ ناز ہے
اسنے سنا نہین کہ خدا بے نیاز ہے
تم شمع رو ہو مین تو مجسم ہون ایک شمع
رگ رگ مین میری حالت سوز و گداز ہے
اے چارہ ساز پہلے نکال اسکو کھینچکر
اک تیر سینہ مین نفس جانگداز ہے
خدمت کو میری آج بھی حاضر ہے آسمان
وہ اسکو کیا کرے کہ مجھے احتراز ہے
زاہد مے طہور بھی آخر شراب ہے
مجکو تو منع کرتا ہے تو کب مجاز ہے
پہلے گناہگار ہی پہونچے بہشت مین
وہ تو بڑا کریم بڑا بے نیاز ہے
للہ اسے ہجوم تمنا ذرا ٹھہر
یہ وقت رخصت نفس جانگداز ہے
روز قیامت آج تو واعظ دھرا نہین
اک عمر چاہیے اسے مدت دراز ہے
غربت مین مجھسے پوچھتی ہے میری بیکسی
یان اے غریب کون ترا چارہ ساز ہے
اے ہمرہان بڑھائے ہوے اب قدم چلو
دن مختصر ہے اور مسافت دراز ہے
سوتا بنا ہے نازسے کوئی شب وصال
ہان واقعی یہ خواب ہے۔ یہ خواب ناز ہے
اے دل نہ کر ہر ایک سے تو شکوۂ رقیب
کمبخت اسمین تیرا ہی افشائے راز ہے
آخر مسیح نے بھی لیا اپنا ہاتھ کھینچ
پروردگار تو ہی بس اب چارہ ساز ہے
تم اور تمسے میل کرے کوئی پاکباز
اچھی کہی کہ عشق بڑا پاکباز ہے
طرز ستم کچھ اور اب ایجاد کیجیے
ترچھی نظر تو ایک پسندیدہ ناز ہے

نادر نکل گیا ہے اگر کوئی شعر گرم
سینہ کا سوز ہے مرے دل کا گداز ہے

بڑھا دو وعدۂ فردا پہ تم اپنی عبارت بھی — کہ فردا کیا نہ بھولونگا مین فردائے قیامت بھی
شب خلوت جب اُترین کشتیون پر کشتیان مے کی — زمین پر آسمان سے آگیا دریائے رحمت بھی
تسلی اس دل بیتاب کی مین آپ ہی کر لون — ہجوم یاس سے پاؤن کہین کمبخت فرصت بھی
بہم اک مختصر سے دل مین ہین شادی و غم دونون — یہ چھوٹا سا مکان اور اُسمین دوزخ بھی ہی جنت بھی
سوال بوسہ پر بولے کہ دیکھو تمنے پھر چھیڑا — تمھین کچھ ہو گئی ہی گالیان سننے کی عادت بھی
یہان زاہد بنے ہین اور میخانہ سے کل شب کو — نکالے جب گئے میکش تو اُنمین خود بدولت بھی
سنے وہ مدعی میرے تو میرے دوست بول اُٹھے — کہ ہم حاضر ہین دینے کو گواہی بھی شہادت بھی
وہ کہتے ہین کہ جنت بھی ہے اک کوچہ حسینونکا — بنا لینا اُسی کوچے مین جا کر اپنی تربت بھی
نماز پنجگانہ سے ہے بہتر کام کیا زاہد — مگر نیت سے پہلے ٹھیک کر لے اپنی نیت بھی
بہت اچھا رہا جو بچ گیا عشق و محبت سے — ق — محبت ہے کوئی یہ اہلِ دنیا کی محبت بھی
سر بالین تربت سب دکھا دینگے یہ آنسو ہین — دلونمین یہ کہ ہو جائے کہین جلدی فراغت بھی
فنا جب ہو گئے بحر حوادث مین تو ہمکو کیا — کنارے پر اگر کچھ ہڈیان ہو بچین سلامت بھی
شب غم نیند ہی اول تو کیون آنے لگی مجھکو — اگر سویا تو اُٹھنے کا نہین صبحِ قیامت بھی

تری باتین بھی نادر کتنی لچھے دار باتین ہین
کچھ اظہار اطاعت بھی کچھ اندازِ متانت بھی

وہ نگاہ جسطرف اُٹھ گئی وہ نظر جدھر سے نکل گئی
کسی سینہ مین تیر سی چبھ گئی کسی حلق پہ تیغ سی چل گئی
یہ ہمارے ہی جرگے کا شخص تھا یہ ہم ایسا حسن پرست تھا
کہین تذکرہ حور کا سن لیا تھا کہ نیت شیخ بدل گئی
مری طبع روان کا یہ حال ہی کہ بس ایکبار گھٹا اُٹھی
وہ بڑھی وہ گھر آئی وہ چھا گئی وہ برس چکی وہ نکل گئی

بر طرح مشاعرۂ رامپور حسب فرمائش جناب صاحبزادہ مصطفےٰ علیخانصاحب بہادر شمر پرائیویٹ سکرٹری حضور پُرنور دام اقبالہ

لکھ گیا خطِ شعاعی ہیں جو ہیں اشعارِ صبح — ہو گیا مطلعِ غزل کا مطلعِ انوارِ صبح
زخمِ دل کو اسکی کیا حاجت ہے ہنسنے دے فلک — مرہم کافور ہر زخمِ دامندارِ صبح
شیخ شب بیدار سو جاتا ہے کیوں وقتِ سحر — ہائے کھو دیتا ہے کیوں یہ دولتِ بیدارِ صبح
شام کا وعدہ ہے مجھسے اور شرارت دیکھیے — شام ہی پر سب اُٹھا رکھا ہے کاروبارِ صبح
عمر بھر کے سو گنہ اور ایک توبہ وقتِ مرگ — رات دن کی معصیت اور ایک استغفارِ صبح
کم نہیں صبحِ قیامت سے مجھے صبحِ وصال — موت کے آثار ہیں میرے لیے آثارِ صبح
اے دلِ نادان کہانکا وعدہ اور آتا ہے کون — شام ہی سے کیوں ہے تجھکو کاوشِ بیکارِ صبح
تم تو وعدہ رات کا کرکے فراغت پا گئے — شام سے پھوڑا کیا آنکھیں ہیں تا آثارِ صبح
ہمکو بھی ڈھارس ہوئی انکو بھی آسان ہو گیا — صبح وعدہ شام کا اور شام کو اقرارِ صبح
کیا شکایت کا محل یہ بھی غنیمت جانئے — شام تک بھی ہو جو پورا وعدۂ دیدارِ صبح

اک اضافت سے غزل کا قافیہ نادر ہے تنگ
اس تکلف سے ہے مکدر مطلعِ انوارِ صبح

بر مصرعہ طرح مشاعرہ رامپور

آج ہم اسکو لڑا دینگے ترے تیر کے ساتھ — آہ بھی تیر ہے گر آہ ہے تاثیر کے ساتھ
فکرِ عقبیٰ بھی ہے رخصت دو تو قیر کے ساتھ — قبر تعمیر ہو ہر قصر کی تعمیر کے ساتھ
اب کسی فتنۂ محشر کے بنینگے شاگرد — ہم بھی اب چال چلینگے فلک پیر کے ساتھ
دل پریخانہ بنا عکس پری پیکر سے — اُڑ چلا سارا مکاں یکسر ہی تصویر کے ساتھ

رنگ و روغن کے پس پردہ ہی سادہ کاغذ — شکل پیری بھی جوانی کی ہی تصویر کے ساتھ
ہین خطاوار ہون اُسوقت جب اے داورِ حشر — میری نیت بھی ہو ثابت مری تقصیر کے ساتھ
تم ہی ملتے ہنین لیکن خط قسمت میرا — ملتا جلتا ہو تمھارے خط تقدیر کے ساتھ
غیر کے دل مین نہ رہجائے کہین تیر اُسکا — اُسنے جب تیر چلایا مین اُڑا تیر کے ساتھ
کہتے ہین آہ تری بنگئی بجلی کیونکر — یا مرے ساتھ چلی یا مری شمشیر کے ساتھ
یہ مرا نامۂ اعمال ہے اے داور حشر — تو اسے دیکھ ملا کر خط تقدیر کے ساتھ

× × × × × × × × ×

آج او نالۂ شرربار ہو تاثیر کے ساتھ — ہمنے میدان بدا ہے فلکِ پیر کے ساتھ
دیکھنا یہ ہو کہ میخانہ سے نکلے کیونکر — شیخ آئے تو بڑی عزت و توقیر کے ساتھ
آپنے دیکے سزا اور بڑھا دی جرأت — خوف تعذیر بھی دل سے گیا تعذیر کے ساتھ
دل کو اسدرجہ تری زلف سے رغبت کیون ہے — کیون نہین اسکو مری پاؤنکی زنجیر کے ساتھ
ساتھ ہی زندہ دلی کے گیا دل بھی اپنا — شمع محفل سے گئی شمع کی تنویر کے ساتھ
عکس لینے مین اٹھا دیتے ہین مجکو کہ کہین — میری تصویر بھی کھینچ جائے نہ تصویر کے ساتھ
دشت وحشت مین بگولون کا تماشا آہا — ناچ اُنکا وہ مرے نغمۂ زنجیر کے ساتھ
جانے کس جال مین کمبخت رہا اُسمین اسیر — پڑ گئی دل مین گرہ زلف گرہ گیر کے ساتھ

پیروی ہے اُسی مرحوم کی نادر ورنہ
شاعری کہتے ہین جسکو وہ گئی میر کے ساتھ

یہ وضع قومیت آیندہ رخصت ہونیوالی ہے — نئی تہذیب سے تجدید ملت ہونیوالی ہے
شب لذت ہی آخر اور محفل اُٹھتی جاتی ہے — سحر کیا ہونیوالی ہو قیامت ہونیوالی ہے
نئے سامانِ آرایش فراہم ہوتے جاتے ہین — فراہم کیون ہنون اُنکی ضرورت ہونیوالی ہے
گراموفون پر بیچارہ مطرب گت بجائے کیا — وہ خود سمجھا ہوا ہی اُسکی جو گت ہونیوالی ہے

تری نغمے اب لے قوال سب بیکار ہین اُنکے — نہ کچھ حال آنیوالا ہی نہ رقت ہونیوالی ہے
سخن سنجان ہرین شاعری پر غور کرتے ہین — کہ کیونکر اہمین خوش آیندہ جدت ہونیوالی ہے
پُرانی وضع والے اپنی اپنی فکر مین ہین سب — کہ دیکھین اس بھری محفل مین کیا گت ہونیوالی ہے
کمیشن کر رہا ہی غور تفریق مذاہب پر — بھلی ہو یا بری ترمیم ملت ہونیوالی ہے
کوئی مانے نہ مانے ہمتو اس ترمیم سی خوش ہین — اگر قومی پرستش جزو ملت ہونیوالی ہے
سپلے پڑستے ہین ہندی اسطرح ایسا یورپ پر — کہ گویا انکی یورپ پر حکومت ہونیوالی ہے
ہماری سادگی روزانہ ایسی بڑھتی جاتی ہے — کہ اسکی جلد تر پیچیدہ صورت ہونیوالی ہے
ہماری ہر غرض مین سخت قیدین لگتی جاتی ہین — ہر آسانی ہمین آیندہ دقت ہونیوالی ہے
گذشتہ عظمتین اپنی ہمین سب یاد ہو لیکن — اب اُنسے کوئی عزت کوئی وقعت ہونیوالی ہے
تم آئینہ مین اپنے خال و خط کا حسن مت دیکھو — وہ صورت دیکھو جو آیندہ صورت ہونیوالی ہے
تما ابتک تھا جو پاؤن مین جسکا اُسکے بازو کو — پر پرواز کی قوت عنایت ہونیوالی ہے
بہت کچھ تم ترقی کر چکے اور کرتے جاتے ہو — مگر قدرت یہ حاصل تمکو قدرت ہونیوالی ہے
تمھین معراج دنیا وی تو حاصل ہو چکا آگے — ترقی ہونیوالی کیا ہے ذلت ہونیوالی ہے
ترقی انتہائے حد پہ پہونچی عقل انسان کی — اب آگے از سر نو پھر جہالت ہونیوالی ہے
غرض دنیا پلٹتی جا رہی ہی ایسی تیزی سے — کہ کوئی دن مین مخدوش اسکی سرعت ہونیوالی ہے

تمھین کیا سوچ نادر تم نہوگے اور نہ دیکھوگے
جو کچھ اچھی بُری آیندہ حالت ہونیوالی ہے

زمانہ سے کہان جا ہے خالی ؟ کہان فلک یا زمین نہین ہے ؟
تری گلی مین مگر جو اندھیر ہے وہ ظالم کہین نہین ہے
وفا حسینون ہی مین نہین جب تو یہ سمجھ لو کہین نہین ہے
کہین نہین کیا ؟ جہان ضرورت ہے سخت اسکی وہین نہین ہے

کیا کرین وہ زبان سے اقرار مجکو مطلق یقین نہین ہے
یقین کیا ہو کہ لب پہ ہان ہان ہوا اور دل مین نہین نہین ہے

حضور نے آج مجکو چھیڑا ہے۔ لے ذرا بیٹھیے سنبھلکر
کہ شام غم کی یہ شکوہ سنجی ہے۔ صبح کی بھیرویں نہین ہے

ہماری کیا فکر تجکو ہم گوشۂ لحد مین بھی کاٹ لینگے
ترا ٹھکانا دلِ فراغت طلب کہان ہے؟ کہین نہین ہے

لباس انسان مین حور و غلمان ہین یہ حسینانِ عیش سامان
بہشت دنیا کے بھیس مین ہے یہ ہند کی سرزمین نہین ہے

کچھ اور ہی چیز ہین مرے شعر آب تاب اور تازگی مین
نہین ہین یہ ہار موتیے کے یہ سلکِ دُرِ ثمین نہین ہے

تلاشِ مضمون مین فکر عالی مری کہان لائی مجکو نادر
کہ دیکھتا ہون تو پاؤن کے نیچے آسمان ہے زمین نہین ہے

نئی زمین ہے

تاریخ طبع کلیات ملک الشعرا امیر الدولہ سعید الملک سر راجہ امیر حسن خانصاحب بہادر ممتاز جنگ کے سی آئی ای ایف سی یو متخلص بہ سحر والی محمود آباد

چشم کشا اے دل بنگر شوخی طبع امیر الامرا
راجہ امیر حسن خان صاحب خسرو ثانی ملک الشعرا

صاف عبارت پر ز فصاحت بندش چست و تازہ مضامین
جملہ سخن از نقص مصفا جملہ کلام از عیب مبرا

خط خوشش چون شمع روشن جلوہ نمائے شاہد معنی
صفحہ صافش ساعد سیمین پردہ کشائے بزم تماشا

در ہر شعر نہان صد جا دو از ہر مصرعہ عیان صد پہلو
الفت پنہان شکوہ مضمر شوقِ عیان و حسرت پیدا
گاہ فغان از خاطر مضطر گاہ سکون از وعدۂ دلبر
گاہ ز حرمان گہ ز امید و گاہ ز حسرت گہ ز تمنا
یاد چمن در دشت مصیبت یاد وطن در عالم غربت
لذت خلوت تلخی فرقت ذوق جفا و کاوش اعدا
رنگ مظاہر رنگ اعیان رنگ مذاق و رنگ تصوف
لذت راز حقیقی پنہان لطف نیاز مجازی پیدا
وہ چہ تغزل وہ چہ ترنم وہ چہ نوائین وہ چہ مضامین
صد چمنستان بر تو قربان باز بخوان اے بلبل رعنا
سیر کنان بزم جہان این طرفہ تماشا سیر کنید
یک چمن و صد گل رنگین یک قفس و صد زمزمہ پیدا
طبع روان سحر سخنور کرد چو ابر بہارین پیدا
غنچۂ مضمون ساحل ساحل گوہرِ مضمون دریا دریا
مید ہد این دیوان منور قلب مرا آن نور حقیقت
آنچہ تمامی عمر ندادہ حضرت موسی را ید بیضا
داشت ز مدت بزم سخن افسردہ ولیکن این شاہد
برقع فگند از چہرۂ زیبا باز فتاد بعالم غوغا
نسخۂ دلکش پیکر زیبا سال ہجری دبا ز بسیحی
۱۳۲۰ھ
نادر گفت ۔ کلام نیکو سحر سخندان ملک الشعرا

۶۱۹۰۲

ایضاً اردو

راجہ صاحب واہ وا کیا بات ہے
خوب دیوان آپ نے بڑھکر کہا

ہمکو اک ایسا نہ سوجھا چلبلا
شعر کہنے کو جوانی بھر کہا

اُٹھ گیا پہلو سے جانان سے رقیب
اسطرح کچھ اُس سے سمجھا کر کہا

محتسب کو صاف دی دشنام اور
وہ نہ سمجھا کیا کہا کس پر کہا

سننے والون کو رُلا مارا اگر
حال دل کہنے کو ہنس ہنسکر کہا

یہ کلام ایسا کلام اتنا کلام
کب کہا۔ کسنے کہا۔ کیونکر کہا

کیا لکھا انشا نے اپنا سر لکھا
کیا کہا گویا نے اپنا سر کہا

موتیون مین گوندھ سب مصرعے دیئے
شعر حضرت کیا کہا زیور کہا

جو لکھا لاریب اعلے تر لکھا
جو کہا واللہ بڑھ چڑھکر کہا

مین نے نادر سال ہجری واہ وا
سحر سحر آموز کا منتر کہا

۲۰ ۱۳ھ

رباعی اختتام

یاران دل پارہ پارہ کردند بس
از زیر سخن کنارہ کردند بس
نادر صد جلوہ در کمین دوست است
نظارگیان اشارہ کردند بس

صحت نامۂ جذبات نادر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱	۳	مکا تھا	چُکا تھا
۲۴	۴	کوہ طور	فرطور
۳۱	۱۴	محنت	مشقت
۳۵	۱۵	بند	بند
۳۷	۱	اپنے مال	اپنے پال
۵۰	آخری	انتظار	انتظام
۵۱	آخری	یہ بڑی	ہے تری
۵۴	آخری	نام کی	قوم کی
۷۹	نوٹ سطر ۲	خوف	خون
۹۱	۱۵	کس جال	کس حال
۹۲	۹	یاد ہو	یاد ہیں
۹۳	۱۳	بہادر	بہادر مرحوم

Moore, Thomas

مثنوی

لایٹ آف حرم

یعنی

مشہور و معروف انگریزی فسانہ

لالہ رخ

Masnavi lait af haram

مصنفہ

سر آمد شعرا سر ٹامس مور صاحب (لندن)

کی آخری مثنوی

لایٹ آف دی حرم

کا ترجمہ اُردو نظم مین

از جناب منشی نادر علیخان صاحب نادر

کاکوروی لکھنوی

باہتمام بابو منوہر لال بھارگو سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور لکھنو مین چھپی

سنہ ۱۹۱۰ء

فہرست مضامین لائٹ آف حرم

نغمۂ تمہید

صریرِ کلکِ شاعر سے دمِ تحریر ہے پیدا
سرورافزا-نشاط انگیز نغمہ اور وجدانی
یہ نغمے خامشی سے اُٹھکے ہر گوشہ سے دُنیا کے
غذائے روح بنتے ہین پئے تفریحِ انسانی

تکلّم سے جو ہے بحرِ ہوا مین اک تموّج سا
چلا جائیگا وہ ساحل بہ ساحل یونہی صدیونتک
قدامت کی صدائین اب بھی ہین موجود اور یونہی
رہین گی تا قیامت جائین گی کانونسے کانونتک

بھیانک چیخین دردانگیز نالے قہقہے نغمے
یہ آوازین ہمارے کانمین مِل جُل کے آتی ہین
اگرچہ دور تر دیرینہ تر ہین اُن مین آوازین
وہی دلچسپ تر ہین اور ہمارا دل لُبھاتی ہین

شفق گون اے گھٹاؤ! اور اے بکھرے ہوے تارو!
تم اتنے خوشنما کیون ہو تمھاری صرف دوری ہے
نمائش چاہتی ہو تم تو اے دنیا کی آوازو!
تمھارا دور تر دیرینہ تر ہونا ضروری ہے

غرض دلچسپ ہین یہ دور کی دیرینہ آوازین
نشان ملتا ہے اِنسے ہکو اُن بے نشانون کا
کہ جنکی ذات پر تھا حصر دیرینہ زمانہ مین
ترقی کا تمدن کا۔ مذاقون کا۔ زبانون کا

اُنھین آوازون مین ہے ایک ٹامس مور کا نغمہ
ہمارے کان تھے ناآشنا جس کے ترنم سے
مگر اب وہ سُنائی دے رہا ہے صاف تر کتنا
مرے طرز بیان سے۔ میرے اندازِ تکلم سے

اگر تم خاک بھی مرحوم کی ڈھونڈھو نپاؤ گے
مگر گونجی ہوئی اک بازگشت آواز باقی ہے
سنو تارِ تموج پر ہوا کے کان رکھکر تم
وہ نغمہ اُن کا باقی ہے وہ اُنکا ساز باقی ہے

لائٹ آف دی حرم

خمخانہ مین میرے جشنِ احباب رہے
محفل مین مری دَورِ مئے ناب رہے
ایسا اک باغ مین لگا جاؤن کہ وہ
پھولے پھلے اور ہمیشہ شاداب رہے

نادرؔ

"لالہ زار کشمیر"

ساقی ہان جلد بھر کے لا پھول ... دعوتؔ پھولونکی ہے پلا پھول
آہا کیا ذائقہ ہے اس کا ... کتنا اچھا مزہ ہے اس کا
اور اک ساغر ابھی پلانا ... بس اب کاغذ قلم منگانا
دکھلاؤن بہارِ غیرِ معمول ... برسادون آج پھول ہی پھول
کشمیرؔ کا ہے گلاب مشہور ... وہ کچھ ایسا بہت نہین دور
چن چن کے وہان سے پھول لاؤن ... ڈالی آگے ترے لگاؤن
کس شہر کا نام یاد آیا ... یہ کون مقام یاد آیا

؎ دعوتِ گل۔ اُس تقریب کی طرف اشارہ ہے جس پر اس مثنوی کا پلاٹ ہی جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہو گا۔
؎ کشمیر کے پھول مشہور ہین اور کشمیر کا گلاب نہایت خوشرنگ اور خوشبودار ہوتا ہے۔

پھولونکی زمین ہین جسکو کہتے — فردوس برین ہین جسکو کہتے
پھرتا وہ سواد ہے نظر مین — ابتک ہے وہ نقشہ میرے سر مین
وہ دُور سے شہر کا نظارا — کتنا دلچسپ اور پیارا
گھنٹون دیکھا کیا کھڑا مین — محوّیت مین بت بنا ہوا مین
تھا وہ لائٹ نگہ کا گویا — لیول لیتا تھا اون چھتونکا
اونچی وہ عمارتین بتدریج — اُٹھتی ہوئی وہ چھتین بتدریج
شیوالون کے وہ کلس سنہرے — وہ مسجدین اور وہ منارے
اُسکے اوپر پہاڑ سرسبز — دیکھے سے جنکے ہو نظر سبز
اُنپر وہ چوٹیان برف کی — کھلتی ہین آسمان مین کیسی
یہ سار الداؤ ایک پر ایک — ہے تابہ سپہر نیلوفر ایک
گویا زینہ ہے آسمان تک — چڑھ جائے نگاہ تا وہان تک
آہا طرفہ بہار دیکھو — وہ دیکھو۔ وہ آبشار دیکھو
چشمہ کوئی چھلک رہا ہے — کیسا پانی چمک رہا ہے
سرخی یہ شفق کی کہہ رہی ہے — چادر سونیکی بہہ رہی ہے
آہا۔ اب ہمکو یہ کھلا بھید — لو ہو گیا آسمان مین چھید
اور ہے جو محیط اُسطرف نور — پھوٹ آیا ہے مثلِ جلوۂ طور
لیکن یہ بات بھی نہین ہے — کوٹھے پہ کوئی نازنین ہے

پھولون کی زمین (Flowery land) دراصل ملک چین کا شاعرانہ نام ہے لیکن چونکہ کشمیر بھی پھولونکے لحاظ سے اپنا آپ نظیر ہے اور تبت وچین سے ملا ہوا ہے لہذا اسکو بھی اس نام سے لکھنا بیجا نہین ہے۔ نادر

ماتمی اوڑھے ہوئے دوشالہ — منھ اور بدن چھپائے اپنا
صرف آنکھیں کھلی ہوئی ہین جیسے — دریا اشکون کا بہہ رہا ہے

کشمیر کی شام

اور شام کو شہر کا نظارا — کتنا بھلا کسقدر ہے پیارا
سورج کا سوئے غروب جانا — اور ڈوبتے ڈوبتے ڈوب جانا
وہ منظر شہر عرش منزل — آئینہ وہ جھیل کا مقابل
پانی ہین وہ اُسکا عکس آیا! — معلوم یہ ہوتا ہے کہ گویا
کوئی دولھن نئی نویلی — کوٹھے پر ہے کھڑی اکیلی
خوش ہوکے لجا کے اپنے جی مین — منھ دیکھ رہی ہے آرسی مین
ہر چیز پہ محویت کا عالم — ہر شئے سے خوشی کا خیر مقدم
منھ باندھے کہین کھڑی ہین کلیان — غنچے ہین کہین یہ نیم خندان
اور مالنین گیت گا رہی ہین — میٹھی گجرے بنا رہی ہین
اللہ اکبر کی پاک آواز — کرتی ہے مسجدون سے پرواز
شیوالون مین بے اصول گھنٹے — اپنی دُھن مین الگ ہین بجتے
مل جلکے یہ مختلف صدائین — اِسوقت کچھ ایسی آ رہی ہین
جیسے کوئی طائفہ زنانا — جو ہندوستان مین ہو سب سے اچھا
محفل مین بن سنور کے آئے — اور وہ گھونگھرو بجا کے گائے

گھونگھرو بجا کے گائے۔ ٹامس مور مرحوم نے اس موقع پر طائفہ کا کمر مین گھونگھرو باندھکر ناچنا نظم کیا ہے لیکن چونکہ کمر مین گھونگھرو باندھ کر ناچنے کا رواج بظاہر ہندوستان مین پایا نہین جاتا اور غالبًا کشمیر مین بھی نہو لہذا کمر کی لفظ ترجمہ مین نہین رکھی گئی۔ نادر

کشمیر کی رات

پھر رات کا لطف چاندنی مین
وہ شہر کا روپ روشنی مین
جب چاندنی اسطرح ہو پڑتی
جیسے چاندی کی ٹھنڈھی قلعی
ہے محلون باغون وادیونپر
دریا صحرا پہ گھاٹیون پر
اور جب جھرنونکا صاف پانی
رہ رہ کر یون کرے روانی
جیسے کوندگھا کوئی لپک جائے
تارا کوئی ٹوٹ کر چمک جائے
بلبل کا نغمہ خوش آیند
ٹاپوسے چنار[۱] کے ہو جب بند
آہٹ سے شور سے ہنسی سے
پانوئن کی چاپ سے کسی کے

"کشمیر کی صبح"

پھر تڑکے نور کے گجر دم
جب تارونکی روشنی ہو مدہم
مشرق کیطرف سے کچھ سپیدی
زردی مائل خفیف ہلکی
اک گوشہ مین صرف نور اسکا
باقی ہر چار سو اندھیرا
بڑھتا جائے وہ نور ہر دم
ہوتا جائے وجود عالم
پہلے وہ پہاڑ پھر منارے
شیوالے اور مکان سارے
پھر سڑکین کوچے صحن گلشن
رفتہ رفتہ ہون ایسے روشن
سورج دیوتا نے انکو گویا
یون از سر نو کیا ہے پیدا
جیسے زچہ خانون مین چمن کے
پھولونکے رحم مادری سے

[۱] Isle of Chenars کشمیر کی جھیل مین چند چھوٹے چھوٹے جزیرے نہایت شاداب اور پھولون سے لدے ہوئے واقع ہین۔ انھین جزائر مین سے ایک کا نام چنسار ہے۔

پیدا ہوتے ہین طایرِ بو
اور اوڑتے ہین چمن مین ہر سو
ہر صبح اِسی طرح یہ جلوا
سورج کے بطن سے ہے پیدا
بادِ سحر اپنی شوخیون سے
معشوقانہ شرارتون سے
ہر شاخ کے دھول مارتی ہے
جُھک جُھک کے وہ زد بچارہی ہے

کشمیر دیکھنے کے وقت

جب قلۂ کوہ سے سوے شرق
سورج کہتا اوٹھے انا البرق
چمکے اس شان سے کہ کوئی
لہراتا ہے پرچمِ شعاعی
وہ کوہ کا منظرِ نگارین
سورج کی وہ شعاعِ زرّین
اک چتر ہے تخت پر زر افشان
اجلاسِ حضرتِ سلیمان
اُسوقت کا کچھ نہ حال پوچھو
اپنی آنکھون سے جا کے دیکھو
صد برگ کے پھول کا یہ عالم
پتّی پتّی پہ اُس کے شبنم
اور پتیان یون چمک رہی ہین
گویا کرنین لگی ہوئی ہین
ہر غنچے سے پھوٹتی ہے خوشبو
ہر ذرّے سے اُڑ رہے ہین جگنو
یہ راتین ہین اور یہ دن وہانکے
ذرّے خورشید ہین جہانکے
لیکن کوئی دن اور کوئی رات
کوئی فصل اور کوئی برسات
ایسی نہ تھی جیسی آج کل ہے
گھر گھر دھومین ہین اور اچپل ہے

کشمیر کے شرقی سمت ایک بلند پہاڑ ہے جس کا اسلامی نام تخت سلیمان ہے جھیل کیطرف سے اِس پہاڑ کا نظارہ ہو بہو ایک عظیم الشان پھاٹک کا سا ہے اور اُس کی چوٹی ایسی سطح اور ہموار ہے گویا چھت پر ایک تخت بچھا ہے بس اسی مشابہت سے وہان کے مسلمان باشندون نے اسکا نام تخت سلیمان قرار دیا۔ نادر

کشمیر پہ آجکل ہے جو بن — پھولے ہوے ہین تمام گلشن

ہر چہرہ سے ہے خوشی نمایان — ہر شخص ہے آج شاد و فرحان

لیکن کیا وجہ کیا سبب ہے؟ — سامان خوشی کا کیون یہ سب ہے

کیا بات ہے کیون چہل پہل ہے — ہان پھولونکی دعوت آجکل ہے

اس فصل مین ہے خوشی کی برسات — بارش ہے مسرّتونکی دن رات

کھل جاتی ہین جس سے دلکی کلیان — چہرے پھولونکی طرح خندان

دعوتِ گل

لو دعوتِ گل کی آگئی شام — سورج بھی کرکے قصد آرام

بارا اُلی پر جھکا ہے کیسا — تارون پر وہ رُکا ہے کیسا

لیکن نہین گشت کر رہا ہے — چُپکے چُپکے او تر رہا ہے

چشمون کا پانی صاف ٹھنڈا — اسوقت ہے کتنا فرحت افزا

گھنٹون دیکھا کرو نہ گھبراؤ — دل کہتا ہے دیکھتے چلے جاؤ

تفریح جو ہے دل و جگر کی — بجھتی نہین پیاس ہی نظر کی

کرتے ہین حسین مانگ چوٹی — بیٹھے لب فرش کار چوبی

مسی سرمہ دھرا ہے آگے — آئینہ کھلا رکھا ہے آگے

خورشید گیا یہ کس بہانے — سوتے ہوئے چاند کو جگانے

معشوقونکے ساتھ تا وہ کھیلے — دیکھے یہ دھو مین یہ جھمیلے

بیلا[۲] کا وہ دلفریب کہسار — اُس کی وہ کشت زعفران زار

۱ه Banamouna ایک پہاڑ ہے۔

۲ Bandipur Banda مشہور پہاڑیان جو زعفران کی کاشت کے لیے مشہور ہین۔

پہنے ہوئے جوڑا زعفرانی	نوشاہ بنا ہوا ہے یعنی
آباد ہے آج شہر و جنگل	جنگل مین ہو رہا ہے منگل
روشن ہین دستیان ہزارون	اور مشعلین لالٹینین لاکھون
آتی کچھ ادھر سے کچھ اُدھر سے	نکلے ہین لوگ سب لیکے گھر سے
شیواے جگمگا رہے ہین	دیوتا آنکھین لڑا رہے ہین
مسجد کے منار تک چراغان	آہا! کہسار تک چراغان
سڑکین با اہتمام روشن	کوچے گلیان تمام روشن
اور روشنی کیسی اسقدر صاف	سڑکین آئینہ صاف شفاف
سوئی بھی زمین پہ گر پڑی ہو	بند آنکھین کیے ہوئے اٹھا لو
یہ روشنی اور شروع شب سے	شب کیا معنی کہ دن دہاڑے
آنے لگے غول لونڈیون کے	گھر والیون پردہ والیون کے
جو ناگھتی ہین ہمیشہ چوکھٹ	لٹکا کر ہاتھ بھر کا گھونگھٹ
اسوقت تم اُنکا حال دیکھو	وہ آتی ہین اُنکی چال دیکھو
کیسی شرم اور حجاب کیسا	گھونگھٹ کیسا نقاب کیسا
جھرمٹ بازاری عورتونکے	اور غول وہ اُنکے عاشقونکے
چھپ چھپ کے وہ تاک جھانک کرنا	وہ ہنسنا وہ اُن کا آہین بھرنا
نکلی ہین گھر سے بن سنور کے	اس شوق مین اور اس غرض سے
صورت تا روشنی مین چمکے	جگنو کی طرح وہ حسن دمکے
شکل اور بھی دلفریب ہو جائے	جو دیکھے وہ ناشکیب ہو جائے

آہا کیا پیاری صورتین ہین — یہ دیویان ہین کہ حورتین ہین
عورت کیا مرد تک حسین ہین — وہ شکلین وہ صورتین نہین ہین
منتر کوئی ایسا آگیا یاد — سب آدمی ہوگئے پریزاد
القصہ ہے آج یہ چین ہی چین — کٹتے ہین عیش ہی مین دن رین
کیا زاہد خشک کیا اک عیاش — ہر شخص آزاد اور بشّاش
دو آشنا ملتے ہین جب یکجا — باتین سنو اُن کی۔ ایک بولا
"دعوت پھولونکی ہو مبارک" — وہ بولا "دو آپ کو مبارک"
ہان واقعی دعوت اسطرح کی — ابتک نہوئی ہے اور نہ ہوگی
ابتک نہ تھا چاند اتنا روشن — پھولون پہ کبھی نہ تھا یہ جوبن
کیسے شاداب اور تر پھول — کتنے پھول اور کسقدر پھول
گویا قدرت نے سال بھر سے — کھیتون باغون سے اور شجر سے
آئے اچّھے جہان نظر پھول — ملکون ملکونسے ڈھونڈھکر پھول
صحراسے وادیون سے چُنکر — دُنیا کے گلشنون سے چُنکر
کشمیر مین ڈھیر کر دیے ہین — پھولون سے باغ بھر دیے ہین
اوکتا گیا جی اب اِن گلونسے — کبتک کوئی اِنکو دیکھے جائے
آؤ چلو جھیل پر چلین اب — سیرین تالاب کی کرین اب
وان تو یہ ہجوم گُل نہ ہوگا — بلبل کا یہ شور و غل نہ ہوگا
یان اور ہی گُل کھِلے ہوے ہین — اور پھول ہی پھول پھٹ پڑے ہین
آہا ہر شاخسار دونی — اِس باغ کی ہے بہار دونی

شاخین پانی مین جھومتی ہین — لہرین پھولون کو چومتی ہین
پانی مین ہین پھول عکس افگن — گلشن مین ہے ایک اور گلشن
اوپر اِک زیرِ آب اک پھول — اک پھول اُسکا جواب اک پھول
کیا بوجھ سے جُھک گئی ہین شاخین — کیا پانی پہ رُک گئی ہین شاخین
کیسی پانی مین تیرتی ہین — حورین کوثر مین پیرتی ہین
جاتی ہین ٹوٹ کچھ لچک کر — گرجاتے ہین پھول سب چٹک کر
اور تیرتے کیسے جارہے ہین — لہرون مین لہلہا رہے ہین
کیا پھولونکا ہوگیا ہے ریلا — کیسا پھولون کا ہے یہ ریلا
پانی شاید لگ گئے پھول — برسا دیئے اور پھول ہی پھول
اِک پھول ہے ہرگیاہ کشمیر — کیا بات ہے تیری واہ کشمیر

دعوتِ گل کی دھوم دھام

لو بجنے لگا وہ ناچ کا ساز — آنے لگی پیاری پیاری آواز
طبلے کی گت گمک گمک وہ — گھونگھرو کی صدا چھُمک چھُمک وہ
سارنگی کی تان وہ سُریلی — آواز وہ گانے کی رسیلی
حور آئی ہے آسمان سے گانے — ٹھمری۔ ٹپّے۔ غزل۔ ترانے
محفل سے ذرا نکل کے دیکھو — میلے کی سیر چل کے دیکھو
جن مینارونپہ روشنی ہے — وان دیکھو عجیب دلگی ہے

[1] پنچ سٹرھکر کوئی تو ذن اُسپر | پڑھتا ہے کوئی چیز گا کر
کچھ عورتین ہین قریب یکجا | دیتی ہین وہ جواب اُسکا
سب ملکر ایک ساتھ گا کر | رہتا یہی مشغلہ ہے شب بھر
اور آگے بڑھ کے آؤ دیکھین | کیسا ہے یہان جاؤ دیکھین
آوازین یہ کیسی آ رہی ہین | ٹھٹھے کی ہنسی کی آ رہی ہین
اونچے اونچے گڑے ہین کھمبے | خوشرنگ رنگے ہوئے ہین کھمبے
ریشم کی ڈوریان بھی رنگین | اور سوت کی رسّیان بھی رنگین
تختے رنگین سبز اور لال | اور جھول رہی ہین حور تمثال
کچھ میٹھی تانین لے رہی ہین | دو ناز سے پینگ دے رہی ہین
اُڑتی ہوئی ساریان ہوا مین | پھولی ہوئی وہ شفق گھٹا مین
راجہ اندر کے جھگھٹے ہین | پریون کے تخت اُڑ رہے ہین
جاتے ہین پینگ ٹہنیون تک | نارنج کی اونچی چوٹیون تک
جھولونسے لپک کے حور پیکر | نارنگیان [2] توڑتے ہین بڑھکر
اور عاشقونکو دکھا رہی ہین | للچا للچا کے کھا رہی ہین

[1] اِس قسم کی کوئی رسم بظاہر ہندوستان مین پائی نہین جاتی ممکن ہے کہ شب خدائی رات" کے اُس زمانہ مین یہ رسم ادا کیجاتی ہو یا کشمیر مین رواج ہو افسوس کہ کسی ایسے صاحب سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا جن سے مین اسکی نسبت تحقیق کرکے نوٹ لکھتا۔ نادر

[2] اس موقع پر نارنگیون کی تخصیص بھی نہایت پرلطف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ٹامس مور مرحوم محض نارنگیون کے ذایقہ سے نہین بلکہ ہندوستانی رمزون اور عشاق کے ان پرلطف کنایون کے ذایقہ سے بھی پوری طور پر واقف تھے۔ مترجم۔

اور آگے بڑھو تو چھوٹے بچے — خیمون سے نکل نکل کے اپنے
سبزہ پہ پُھدک رہے ہین کیسے — پھولون پہ لپک رہے ہین کیسے
جُھک جُھک کے لپک لپک کے بڑھکر — شاخون مین لٹک کے اور چڑھکر
دامن مین پھول بھر رہے ہین — آنے والون پہ مارتے ہین
ماماؤن پہ اور دائیون پر — مان پر بہنون پر بھائیون پر
ہاہا ہو ہو مچا رہے ہین — خود ہنستے ہین اور ہنسا رہے ہین

«نور محل اور جہانگیر»

تالاب مین بھی ہے بج رہا ساز — لہرون اور کشتیون کی آواز
موجون کے وہ تھپیڑے چھپ چھپ — ہتھون کی وہ صدائین تھپ تھپ
وہ تیز ہوا کی سنسناہٹ — اور جھینگرون کی وہ جھنجھناہٹ
لہرون کی ٹکرون کی آواز — گرتے ہوئے پتھرون کی آواز
سب ملکر ایسی آرہی ہین — گویا کوئی راگ گا رہی ہین
آوازین یہ اُنکی زیرو بم کی — تعلیمین ہین گویا تال وسم کی
ان سب مین ہے پُر اثر وہ آواز — ہے عشق کا جس مین سوز اور ساز
آہین دل تفتہ عاشقون کی — اور سسکیان دل جلے ہوؤنکی
جو دل سے نکلکے دلمین چُبھ جائین — معشوقونکے جو کلیجے برمائین
تڑپائین سر جھائین گدگدائین — اور اُن کو پکڑ کے کھینچ لائین
مطلب کی بات ہو تو ہے بات — اور یہ نہین تو وہ ہے خرافات

آواز جو ہو اثر سے خالی — اِک کیسۂ زر ہے زر سے خالی
نغمہ ہو کہ آہِ سرد کچھ ہو — آواز ہے جب کہ درد کچھ ہو
مقبول ہے شاعروں کی آواز — ہے سوز بھی اُسمین اور بھی ساز
نغمہ بھی آہِ سرد بھی ہے — دل کا سُکھ دل کا درد بھی ہے
عالم کان اپنے ہے لگائے — اکبار وہی صدا پھر آئے
جو بات زبان سے نکل جائے — ممکن نہین بے اثر وہ ٹل جائے
معشوق کا دل ہو لاکھ پتھر — اور ہو وہ ہزار جی کا کٹر
ممکن ہے اُسے قرار آئے؟ — آئے اور لاکھ بار آئے
اِس زیست کا ماحصل یہی ہے — دنیا اور اوسکا پھل یہی ہے
سعیِ انسان یہ ہے سر سے — کٹ جائے یہ زندگی مزے سے
ہو چاندنی رات مین لبِ جو — پہلو مین اپنے اپنا گلرو
پھولوں سے چمن مہک رہے ہون — ساغر مے سے چھلک رہے ہون
اور اوٹ کی آڑ مین مغنی — ہریالے گا رہے ہون۔ یعنی
لطفِ مے و لذتِ طرب ہو — جب یہ سامانِ عیش سب ہو
پھر کیا ہے مزے اوڑاؤ جی کے — کیا کہنے ہین ایسی زندگی کے
انسان کیا رات اور کیا دن — ہر دم اسی فکر مین ہے لیکن
کون ایسے خوش نصیب ہین آج — سارے ہندوستان کے سرتاج
سرحلقۂ مہوشانِ کشمیر — نور محل اور شہِ جہانگیر
پھرتے ہین چمن مین دوش بردوش — بیٹھے لبِ آب ہین ہم آغوش

حاصل لطفِ مئے وطرب ہے   معشوق بغل مین ہے تو سب ہے
عورت بیڑہ اگر اُٹھالے   جنّت کشمیر کو بنالے

نورمحل کی گستاخی

اچھا اب چھوڑیے طوالت   سُنیے اِشانِ نزولِ دعوت
جھگڑون سے فتح اور ظفر کے   قصّونسے زمین اور زر کے
گھبرا جو گیا شہِ جہانگیر   بھاگا سوئے لالہ زارِ کشمیر
عیش و عشرت کی کل لیے ساتھ   پیاری نور محل لیے ساتھ
اُس گل کے لیے ہے آج میلا   پھولونکا جو ہر طرف ہے ریلا
آزادی کے ساتھ الغرض شاہ   پھرتا تھا چمن چمن کہ ناگاہ
دیکھا کہ وہ دلربا ادا سے   جُھک جُھک کر پھول چُن رہی ہے
چن چن کر تاج اک بنایا   اپنے سر تاج کو دِکھایا
وہ تاج تھا کہ کوئی تھا چیز   خود تاج تھا جسکے آگے ناچیز
پھر ہار بنائے اور پہنکر   گردن مین ہار تاج سر پر
وہ پھول سی صورت اور وہ لب پھول   کیا پھوٹے نکلتے تھے وہ سب پھول
اک حُسن اور پھر غرور اُسکا   آخر کو ہوا ظہور اُسکا
یعنی جو کہنے کی نہ تھی بات   شوخی سے وہ بک گئی خرافات
بولی شہ سے کہ دیکھیے آج   کسدرجہ ہے خوشنما مرا تاج
صدقے ہے اسپہ تاجِ شاہی   تخت و چترِ جہان پناہی

دیکھو امرے تاج سے ملاؤ — کون اچھا ہے تمھین بتاؤ!
لو اپنا موتیون کا مالا — میرا اگر جرا کھین ہے اعلےٰ
یہ کہتی ہوئی چلی جھٹک کر — مالے کو زمین پر پٹک کر

نورمحل کا حُسن

یہ ہین سب حُسن کے تماشے — دنیا مین حُسن بھی ہے کیا شئے
اک حسن ایسا کہ جسکا جلوا — ہر وقت ہو اک طرح پر رہتا
جس مین مطلق نہ ہو تغیر — اُس حسن کا کیجیے تصور
جسطرح سے گرمیونکا سورج — یکسان دن بھر ہے جسکی سج دھج
بے سایہ اور لکۂ ابر — ہوجاتا ہے ایسا حسن بھی جبر
اُکتا جاتا ہے عشق اُس سے — یہ حُسن بھی حُسن کچھ نہین ہے
ہے نورمحل کا حُسن ایسا — سورج برسات کا ہو جیسا
جسمین ہر دم ہے اک نیا رُوپ — سایہ ابھی ساتھ اور ابھی دھوپ
اور جسکی خوشنما شعاعین — گہرے مین کبھی ملی ہوئی ہین
بادل مین کبھی جھلک رہی ہین — شبنم پہ کبھی چمک رہی ہین
بوچھار مین چھنتی مین کبھی اور — ہر وقت ہے اُنکا رنگ ہی اور
سونے کا صبح کو ورق ہین — اور شام کو خوشنما شفق ہین
دم بھر مین کہکشان دکھاوین — پھر دیکھتے دیکھتے مٹادین
کیسی سبزہ پہ دوڑتی ہین — گرماتی ہین ٹھنڈا کر رہی ہین

دیتی ہین عشق کو بڑھاوے — دل تا کہ اُچاٹ ہو نہ جاوے
جس طرح بہشت کا نظارہ — مومن کی آنکھ مین ہو پیارا
ایسا ہی اسکا بھی اثر ہے — یہ حُسن بھی جنتِ نظر ہے
اِس کو نہ بُری نظر سے دیکھو — اک عاشق کی نظر سے دیکھو
جب فکر مین ہو وہ پیاری صورت — اُسوقت کی کچھ نہ پوچھو حالت
گویا سب دلربا ادائین — ڈوبی ہوئی بحرِ حُسن مین ہین
غصّہ مین وہ شکل پیاری پیاری — اسطرح سے رنگ ہے بدلتی
جیسے جھونکا ہوا کا آجائے — اور شاخ گُل کو وہ ہلا جائے
اِس چھیڑ مین ہے وہ شکل ہی اور — جاگ اُٹھتی ہین خوبیان نئی اور
پھر غیض مین وہ گلاب سے گال — ہو جاتے ہین خونکیطرح لال
ہنسنے مین بھی عجب ادا ہے — پھولون کا چمن لہک رہا ہے
یہ سب بمثل خوبیان ہین — یہ حُسن کی سحر کاریان ہین
جو نورِ محل کی ہے یہ توقیر — آج اُسکا غلام ہے جہانگیر
لیکن اس دلفریب شب مین — اِس بزم نشاط اور طرب مین
ہر شخص ہے جبکہ خرّم و شاد — ہر شخص ہے جبکہ مست و آزاد
اور محویت کا ہے یہ عالم — ہر شخص ہے بیخودی مین بیغم
معلوم یہ ہوتا ہے کہ گویا — مین پریونکے شہر مین اُڑ آیا
یہ رات نہین ہے بلکہ دن ہے — کشمیر نہین یہ شہرِ جن ہے
اُن شہرون کے مجکو نام ہین یاد — فرحت آباد۔ عنبر آباد

ہیرونکے وہان ہین سب منارے | اور اُنمین جڑے ہین لعل سارے
پھولونمین جڑے ہین مثل اجوراج | یاقوت - زمرد - اور پکھراج
وہ شہر ہین سب جنون سے آباد | بستے ہین اُنمین سب پریزاد
بہتی ہے اُسمین نور کی نہر | بیشک بیشک یہ ہے وہی شہر
میناروں کو گنبدون کو دیکھو | شیوالون کو گھرون کو دیکھو
کیسے ہیرے چمک رہے ہین | گویا تارے جھمک رہے ہین
گویا کل شہر ہے چراغان | یہ دن نہین بلکہ ہے شبستان
لیکن یہ سب تو بالیقین ہے | پیاری نور محل نہین ہے
وہ گل اندام اب کہان ہے | کن پھولونمین بوے گل نہان ہے

اسباب ملال

افسوس اک بات وہ بھی جزبات | پیدا کردے برے خیالات
اور ایسے طول وہ پکڑ جائے | دلمین اور عشق مین بگڑ جائے
لاکھ اس دل کو بچائے دنیا | غم سے - غم ہے اُسمین لپٹا
کیا عشق بھی خالہ جی کا گھر ہے | بحر مواج کا سفر ہے
ملاح ہزار ہو عقلمند | طوفان کی زد بچا کے ہرچند
لیجائے جہاز اپنا لیکن | ہے آن کی آن مین یہ ممکن
اک لکہ ابر اُٹھے کہین سے | اور بڑھتے بڑھتے اتنا پھیلے
سارے مطلع کو گھیر لے وہ | طوفان بلا مین ڈالدے وہ
ہے ایسا ہی ٹھیک عشق کا حال | دم بھر مین سکون دم مین بھونچال

ایک شکوہ ایک بے اصل بات — اک ترچھی نگاہ بے محل بات
کر دیتی ہے اشتعال پیدا — دلمین داغ ملال پیدا
بڑھتا جاتا وہ داغ ہے اور — ہوجاتا ہے دل کا طور بطور
ہنگامہ ہے اور شور پھر تو — طوفان کا ہے یعنی زور پھر تو
اب لب پہ کہان ہین نرم الفاظ — گرم اُسپر اور گرم الفاظ
ہوجاتی ہے جوتی لات اکثر — اور ترک تعلّقات اکثر
ہے بیرخی جانبین سے اب — آنا جانا بھی بند ہے اب
اب یاد کہان وہ پیار کے دن — وہ وصل وہ انتظار کے دن
آنکھون مین مروّت اب کہان ہے — وہ دلمین محبّت اب کہان ہے
وہ پیار کی اب کہان ہین باتین — وہ عشق کی اب کہان ہین گھاتین
چھوڑی رسمِ سلامِ مسنون — بھولے ہوے لذتِ ہنی مون
باتین وہ چاہ کی کسے یاد — قسمین وہ نباہ کی کسے یاد
بھولے ہوے رسم وراہِ اُلفت — پھیرے ہوے وہ نگاہِ اُلفت
اب یاد کہان وہ عیش کی صبح — گذری شب وصل ہوگئی صبح
اے عاشقو! اور اے حسینو! — اے دولتِ عشق کے امینو!
گنجینۂ راز ہے محبّت — سرمایۂ ناز ہے محبت
بولو تو سمجھ کے مُنھ سے بولو — دیکھو تم احتیاط رکھو
کُھلجائے کہین نہ کیسۂ عشق — ڈھیلا نہ کہین ہو رشتۂ عشق
اس رشتہ کو تم بڑھاتے جاؤ — اور اِس مین گرہ لگاتے جاؤ

گر جائے کہین نہ رَم یہ آہو | اِس پھول کی اُڑ نہ جائے خوشبو
خوشبو ہی نہین تو پھول کیا ہے | کانٹا ہے اور کھٹک رہا ہے

جہانگیر کا عتاب

بد مزگی کی ایسی ہی کوئی بات | کچھ ایسے ہی بے محل شکایات
باعث ہوئے رنج بے سبب کے | ہارج ہوئے لذتِ طرب کے
رکھے ہون ظروف جب برابر | ٹکرا ہی جاتے ہین وہ اکثر
محدوش مگر ہے اُن کی ٹکر | ہو جاتے ہین چکنا چور اٹکر
اک لکہ فضائے آسمان پر | ہو لاکھ حقیر بلکہ احقر
ممکن ہے کہ بارشِ بلا لائے | گرجے۔ چمکے۔ گھرے۔ برس جائے
ایسا ہی کچھ ملال کا ابر | تھا شاہ کے دل پر جسنے بالجبر
ملکہ سے کہا غضب مین آکے | جا دور ہو میرے سامنے سے
محلون سے غرض گئی نکالی | وہ پھولون کا تاج دینے والی
یہ بات ہے جس سے آجکی شب | امرائے محل اُداس ہین سب
ہے خلق مین دھوم دھام ہرچند | ہین محو طرب عوام ہرچند
لیکن ہے شاہ کا یہ عالم | لب خشک۔ اُداس چہرہ پُر غم
یہ دعوتِ گل کہ عام ہے آج | اک اُسکے لئے حرام ہے آج
جس دلچسپی کو دیکھتا ہے | وہ اُس کی نظر مین بھیڑا ہے
بیکار آرائشین جہان کی | دلچسپیان باغ و بوستان کی
ہنس ہنس کے اُبھار ہی ہین اُسکو | بیکار رِجھا رہی ہین اُسکو

وہ ہے اُسکے خیال مین گم جس کا اک عشوۂ تبسم
گل اور گلزار سے ہے خوشتر صد گونہ بہار سے ہے خوشتر

"نور محل کی جلاوطنی"

اب نور محل کو چل کے دیکھو اِس دعوت سے نکل کے دیکھو
اس دعوت مین بھلا کہان وہ کُہسار مین ہو گی بیگمان وہ
کوسون دور اور منزلون دور پھرتی ہو گی کہین وہ مغرور
آہا۔ تنہا وہ اک کُٹی مین غربت مین اور بیکسی مین
افکار تازہ سے ہم آغوش بیٹھی ہے سر جُھکائے خاموش
پھولون کا وہی دیے ہوے تاج سر پہ تاج اور اُسپر بے تاج
ابتک وہی ہار ہے گلے مین لیکن بے کار ہے گلے مین
دکھلائیگی تو بہار کس کو آئے گا تجھپہ پیار کس کو
اب دیکھنے تجکو آئیگا کون اب تجکو گلے لگائیگا کون
یہ سوچ کے اور بسور کر مُنھ کہنے لگی آپ ہی آپ وہ۔اونہہ
کوئی نہو کوئی غم نہین ہے صحرا ہی مجکو کم نہین ہے
تالابونکے آئنے تو ہین یان مُنھ دیکھنے کے لئے تو ہین یان
یان ہنون گی ہار تاج دونگی اور یون ہی دیے دیے پھرونگی
اب روکنے والا مجکو ہے کون یان ٹوکنے والا مجکو ہے کون
اب مجکو کسی سے واسطہ کیا محلات مین کیا ہے اور تھا کیا

محلات مین کیون رہونگی اب مین ۔ جنگل جنگل پھرون گی اب مین
پھر سوچ کے بیٹھے بیٹھے اکبار ۔ سر سے تاج اور گلے سے وہ ہار
کھینچا توڑا مروڑ ڈالا ۔ تل دَل کے زمین پہ دور پھینکا
اور خوب ہی پھوٹ پھوٹ روئی ۔ زانو کو کوٹ کوٹ روئی
جنگل مین جلیس اور تھا کون ۔ ڈھارس دیتا اُسے بھلا کون
اک اُسکی دایہ تھی نمونا ۔ فتنہ کی حشر کی نمونا
دیتا اُسوقت کیا کوئی ساتھ ۔ بس اک نکل آئی تھی وہی ساتھ
ہر چند کہ تھا بہت سن وسال ۔ لیکن اچھے قوی تھے تا حال
پائی تھی کچھ ایسی اُسنے کاٹھی ۔ بوڑھی ڈھڈھو تھی پھر بھی ٹھاٹھی
اُسوقت کے سن رسیدہ بڈھے ۔ سب تھے بالاتفاق کہتے
یاد اسکی ہمین نہین جوانی ۔ دیکھا کئے ہین ہم اِسکو یون ہی
پُر مکر تھی اور عاقلہ تھی ۔ جادوگرنی تھی ساحرہ تھی
بلقیس کا وہ عظیم منتر ۔ جسکا سکہ ہے دیو جن پر
وہ اسم اعظمِ سلیمان ۔ وہ نقش خاتم سلیمان
جس کے سب دیو ہین موکل ۔ اُن سب کی تھی نمونا عامل
کر لیتی تھی ایک دم مین تسخیر ۔ کیا کلوا بیر ۔ کیا مہابیر
ارواحین پاک اور ناپاک ۔ بھوت اور چھل پائیان غضبناک
لکھ لکھ کر گنڈے اور فتیلے ۔ بھونکے دفنائے اور کیلے
رکھتی تھی نہ بھوت کا نشان وہ ۔ کر دیتی تھی "آج چھو" جہان وہ

صدقے تو نے نظر گذر کے — جادو منتر جہان بھر کے
علوی سفلی تھی سب اُسے یاد — ان باتون مین تھی غرض وہ اُستاد
جنات کو جب وہ کرتی تھی رام — تو یہ کون ایسا تھا بڑا کام
اک اُسکی نگہ کی تھی یہ تاثیر — تھی نورمحل وہی وہی جہانگیر

نورمحل کی دایہ

یعنی پچھلے پہر اُسی رات — وہ راندۂ بادشاہی محلات
بیٹھی تھی اُسی کٹی مین خاموش — اور منفعل و قویۂ دوش
چپ بیٹھی تھی نمونا بھی اور — کرتی تھی اس انقلاب پر غور
آتے تھے تند تیز جھونکے — جب جھنجھری دار کھڑکیون سے
جاتا تھا مہک دماغ کیا — دل ہوتا تھا باغ باغ کیا
وہ پھول گلاب و یاسمن کے — نسرین کے اور نسترن کے
سوتے رہتے ہین جو کہ دن بھر — اُٹھتے ہین شام کو جو سو کر
اور وہ زر گل کی تھیلیان بند — دن بھر کی اپنی مٹھیان بند
یعنی خوشبوٗن کے خزانے — دیتے ہین کھول اک سرے سے
پھرتی ہے ہوا انھین اُڑائے — دنیا کی آنکھ سے بچائے
بیٹھے بیٹھے نمونا اسوقت — بولی کہ اثر ہے طرفہ اسوقت
اسوقت مرادین اور دعائین — ڈوبی ہوئی ہوتی ہین اثر مین
اور دوڑتے ہین فسون و منتر — خوشون کلیون پر اور گلونپر

ایسے مین جو کوئی ہار گوندھے — سوتے ہوئے شخص کے سرہانے
اور اسطرح ہار گوندھتا جائے — پیشانی سے اُسکے ہار ٹکرائے
عامل بھی اسقدر ہو ہشیار — منتر کے ساتھ ختم ہو ہار
سونے والے پہ یہ اثر ہو — شادجن آکے جلوہ گر ہو
معلوم ہو آفتاب گویا — تخت زرین پہ ہے چمکتا
اور اُسکی خوشنما شعاعین — شعلونپہ شفق کے گھل رہی ہین
گھلتے گھلتے تمام گھل جائین — ساری رنگ امیزیان ڈہل جاہین
شادجن جلوہ گر نظر آئے — پر یون کے تخت پر نظر آئے
دل سے سنے روئداد اُسکی — پوری کرے وہ مراد اُسکی
اور تاج اگر کوئی بنائے — منگل کی رات پھول چنکے
یہ تاج ہے اُسکے واسطے خوب — برگشتہ ہو جس سے اُسکا محبوب
اُٹھ بیٹھی وہ دلربا یہ کہکر — یہ تاج مین دونگی اپنے سر پر
دائی یہ منتر اپنے اسے ہے — کس دنکو اُٹھا رکھے ہین تونے
لو مین سے چنے لاتی ہون ابھی پھول — بس مجکو بتا تو اپنا معمول
اور میری مراد اگر بر آئے — کردونگی تجھے نہال دائی
دوڑی گئی لائی جھولی بھر پھول — شبنم سے تمام تر بتر پھول
بیلے کے چمبیلی کے جوہی کے — چمپا سیوتی کے کامنی کے
آتے ہی کئی مین کردیے ڈھیر — اور اُس سے کہا کہ اب نہ کر دیر
تو میرے لیے بنا وہی تاج — ابھی منگل کا دن بھی ہے آج

یہ کہکے وہ گٹی مین لیٹی　　اور سر ہلانے نمونا بیٹھی
رکھ کر سب پھول اُسکے سر پر　　اِسطرح کیا شروع منتر

منتر

مین اُس گلشن کو جانتی ہون　　اُس صحنِ چمن کو جانتی ہون
جسمین یہ خواب اور خیالات　　جسمین سب عاشقانہ جذبات
کرتے ہین گشت آکے شب بھر　　تتلیون کی طرح پھر پھرا کر
ہان خواب و خیال تتلیان ہین　　یہ دل کی رہنے والیان ہین
اور شب کو نکل کے پھر پھرا کے　　گرتی پھولونپہ ہین یہ آکے
مین اون پھولون کو جانتی ہون　　مین اُن غنچون کو جانتی ہون
جنمین چھپ رہتی ہین یہ دنکو　　پہچانتی ہون مین خوب اِنکو

بہتو اِسوقت آؤ گا ئین
پھولون کا تاج اِک بنائین
کل کیا یہ خواب کیا یہ سب پھول
مرجھا جائین گے حسب معمول

وہ شب آوارہ پیکرِ شوق　　جاتی ہے جو شب کو از سرِ شوق
اپنے پردہ نشین سے ملنے　　شرمیلے نازنین سے ملنے
سایہ کی اوٹ ابر کی چھائون　　پھولونسے چھپ کے اور دبے پائون
اور پھول یہ پاسکے رازِ الفت　　بھرتے ہین آہِ سردِ حسرت

اُمید کا خواب مین نظارا　　وہ خواب مین وصل کا سہارا
بادامؔ[1] کے پھول ہین جو اکثر　　شاخ بے برگ و بے ثمر پر
ہوتے شبِ مہ مین ہین شگفتہ　　چاندی کیطرح صاف شستہ

بہنوا اسوقت آؤ گائین
پھولون کا تاج اِک بنائین
کل کیا یہ خواب کیا یہ سب پھول
مُرجھا جائین گے حسب معمول

پیاری اُمید ین جنکا منظر　　ہے چشم جہان مین کانِ زر
ہین سبزہ کو وہ[2] جنکو چر کے　　بھیڑون اور بکریونکے گلّے
کرلیتے ہین اپنے یک بیک دانت　　کندن ایسے چمک دمک دانت
وہ خواب وہ قصد خونکا بھوت　　خونی ہوتا ہے جسمین مبہوت
پہلے تدبیر قتل سوچے　　مظلوم کو پھر وہ جا دبوچے
سینہ پہ اُس چھری پہ اک ہاتھ　　ٹھنڈھا کرے ایک چیخ کے ساتھ

بہنوا اسوقت آؤ گائین
پھولون کا تاج اک بنائین

---

[1] بادام کے درخت جب پھولنے کے قریب ہوتے ہین تو اُنکی پتیان بالکل گر جاتی ہین اور ننگی شاخین سفید سفید پھولون سے بالکل لد جاتی ہین۔

[2] ایک قسم کی گھانس ایسی ہوتی ہے جسکو چرنے سے بھیڑون بکریونکے دانت بالکل سونے کیطرح چمکنے لگتے ہین۔ بہت سے کیمیاگرونکا خیال واثق ہے کہ اس گھانس سے سونا بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ دستیاب ہوجاوے۔ مم

کل کیا یہ خواب کیا یہ سب پھول
مرجھا جائین گے حسب معمول

آہ! اُس بیمار غم کا بھی خواب — دل جسکا دُکھائین اُسکے احباب
اور وہ صبر و رضا مین ٹالے — ہنس ہنسکر اپنا دل سنبھالے
جس طرح نہال دار چینی — جتنا سب کھلین چھال اُسکی
اوتنی ہی اور ہو وہ پیدا — یہ خواب بھی کسقدر رہے اچھا

بہنو! اسوقت آؤ گائین
پھولون کا تاج اک بنائین
کل کیا یہ خواب کیا یہ سب پھول
مرجھا جائین گے حسب معمول

نشتر ہوا ختم بنگیا تاج — جادو کا تاج سحر کا تاج
جیسے ہی گیا وہ سر پہ رکھا — اک نیند کا جھونکا ایسا آیا
کچھ ایسا ہوا نشاط حاصل — سو گیا گئی ہو گئی وہ غافل
نغمے اُس کیف بیخودی مین — ڈوبے ہوئے راگ راگنی مین
آتے تھے ایسے کچھ سہانے — کچھ ایسے پُر سرور گانے
ہوتے تھے دلمین جا کے پیوست — تھی نور محل کی روح نگمست
جس طرح سے وہ ہوا سُریلی — پُر نغمہ اور بھینی بھینی

۱۴۴ - پادری جیروم ڈنڈلی اس بیان کی تائید کرتے ہین کہ کوہ بدخشان پر ایسی بہیڑین اکثر دیکھی گئی ہین جنکے دانت چاندی کیطرح چمکتے ہین اور وہ کہتا ہے کہ یہی مشاہدہ مین نے کنڈیا مین کیا کہ جو چرنیوالے جانور کوہ ایدا پر رہتے ہین اونکے دانت سنہری رنگ کے ہین جسکی وجہ بجز اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ اون پہاڑون مین چاندی سونیکی کانین ہون -

جو چلتی بہار مین ہے اکثر ۔۔۔ مرّکی[1] کی سر زمین پر
جسپر ہو جاتے ہین عرب مست ۔۔۔ اپنے خیمو نمین سب کے سب مست
یا صبح کی وہ ہوا سہانی ۔۔۔ بحر احمر پہ جو ہے چلتی
ڈوبی ہوئی راگنی مین بالکل ۔۔۔ بوے گل و نغمہ ہاے بلبل
جسمین ملّاح سوتے ہین مست ۔۔۔ دیوتا گھونگھو[2] نمین ہوتے ہین مست
کچھ ایسی ہی اس سے بھی کچھ اچھی ۔۔۔ وہ راگ بھری ہوئی ہوا تھی
پھر سرخی ہوئی افق پہ پیدا ۔۔۔ پھولی شفق آفتاب نکلا
دکھلانے لگین شعاعین کرتب ۔۔۔ گرنے لگین ٹوٹ ٹوٹ کر سب
آخر اک زر نگار پیکر ۔۔۔ ظاہر ہوئی مطلع اُفق پر
آتے آتے قریب آئی ۔۔۔ چمکاتی شہپر شعاعی
گونجا ہوا نغمہ اُن پروں سے ۔۔۔ پیدا مستانہ دھن پروں سے
گویا وہ اوسکے پر بھرے ہے ۔۔۔ پردے تھے ہارمونیم کے
یکبار ہوئی پرون کو جنبش ۔۔۔ اور وہ بے مثل آفرینش
اسطرح ہوئی ترانہ پرداز ۔۔۔ پنچم کے سرون مین زمزمہ ساز

[1] مرّکی کے پھولونمین ہوا بھرنیسے ایک خوشگوار نغمہ پیدا ہوتا ہے یہ نغمہ مرّکی کی بھینی بھینی خوشبو سے ملکر ایسا پر سرور ہوتا ہے کہ اسکا لطف کچھ وہ عرب ہی خوب جانتے ہین جو وہان خاص اس غرض سے موسم بہار مین جاکر خیمہ ڈالتے ہین۔

[2] یہ عقیدہ کہ روحین گھونگھو نمین رہتی ہین یونانیون کا عقیدہ ہے جنکا خیال ہے کہ نیرائیس ([illegible]) جو عشق کے دیوتاؤنمین سب سے بڑا اور ممتاز ہے بحر احمر کے ساحل پر گھونگھو نمین رہتا ہے اور اس اعتقاد سے وہ گھونگھون کی بڑی داشت اور عزت کرتے ہین۔

آتی ہون چندآرے[1] سے — راگنی کے فوارے سے
تاجِ گل کی طلبیدہ — سحرِ بابل کی طلبیدہ
ہان مین وہین سے آتی ہون — ہان مین وہین سے آتی ہون
مین اُسی چشمہ مین ہون رہتی — دن بھر گاتی شب بھر گاتی
دنیا کی ہیبت ناک آوازین — آہین چیخین اور فریادین
اُس چشمہ مین جاتی ہین جب — نغمے بنجاتی ہین وہ سب
ہان مین وہین سے آتی ہون — ہان مین وہین سے آتی ہون
اور اگر گانے مین اثر ہے — کوئی قوت اگر مضمر ہے

تو اس تاجِ گل کی قسم ہے
اس سحرِ بابل کی قسم ہے
تجھسے خوش تیرا شوہر ہو
اُس کا سر ترے پائون پر ہو

سازِ نوائے موزون مین ہون — راگ کی دیوی مین ہون مین ہون
میرا نغمہ شیرین ہے وہ — میری نائے نوآئین ہے وہ
جسکی گرمی مین گلتے ہین بادل — پانی کیطرح پگھلتے ہین بادل
جنپر دنیا ہوتی ہے مست — دل مین ہوتا ہے پیوست
اور اُس دلمین کرتا ہے پیدا — عیش کی خواہش عشق کا سودا
میرے سرو نکے زیر و بم سے — میرے پرو نکی تال اور سم سے

[1] چندارا (Chandara) ایک فرضی چشمہ کا شاعرانہ نام جس سے راگنی پیدا ہوتی ہے اور مثل فوّارہ کے ہروقت نغمہ پھوٹتا رہتا ہے۔

بحر پر شور جسان مین — چلتی رہتی ہین ایسی ہوائین
جنسے ہوتی ہین موجین پیدا — حرکت پیدا لہرین پیدا

یعنی روح عالم مین ہون
جوہر جسم مجسم مین ہون

میرے نغمونسے جوش ہے پیدا — کیسا جوش خروش ہے پیدا
لہرین لیتا ہے عشق کا دریا — لہرین لیتا ہے عشق کا دریا
ان نغمونسے کشش ہے دلکو — روح سے روح کو دلسے دلکو
جیسے پمپاڈور[1] کبوتر — بتھراتے ہین جو لیجا کر
دارچینی کے بیج ہمیشہ — ملکون ملکون صحرا صحرا
شغل یہی ہر آن ہے اُنکا — دنیا پر احسان ہے اُنکا
مین بھی عشق کو ہون پھیلاتی — سینہ بسینہ دل گرماتی
ذوق نشاط و نغمہ و مستی — شوق جمال و حسن پرستی

اور اسطرح احسان ہے میرا
شکر گذار انسان ہے میرا

میرے ہاتھ مین ہے اک ساغر — جسمین ہین مخلوط برابر
ماضی حال اور مستقبل — اک اک گھونٹ نشاط کا کامل
یاد گذشتہ خواب نوشین — جلوہ حال مسرت آگین

[1] پمپاڈور (Pompadour Pigeons) کبوتر کی ایک خاص قسم جو دارچینی کے پھل لیجا کر دور دراز حصّون مین بتھراتے ہین اور اسطرح پر وہ اوسکی پیداوار کو پھیلاتے اور نئے کھیت تیار کرنیکے باعث ہین۔ نوٹ

اور پھر آنے والی امیدین　　قوت لانے والی امیدین
سب کا بخور اِک ساغر مین ہے
یعنی میرے شہپر مین ہے
ناہید پیارا نام ہے میرا　　راگنی جائے قیام ہے میرا
آتی ہون چندارے سے　　راگنی کے فوّارے سے
ہان مین وہین سے آتی ہون　　ہان مین وہین سے آتی ہون
اور اگر گانے مین اثر ہے　　کوئی قوت اگر منتر ہے
تو اس تاج گل کی قسم ہے
اِس سحرِ بابل کی قسم ہے
تجھسے خوش تیرا شوہر ہو
اُس کا سر ترے پانُو پر ہو

نور محل کی خوش الحانی

لو صبح ہوئی مگر کہان صبح　　دکھلا کے جھلک ہوئی نہان صبح
گویا کوئی خوابِ ناز سے حور　　چونکی اور سو گئی بدستور
اُٹھی نور محل بھی سو کر　　سب ہوش و حواس اپنے کھو کر
یادِ خوابِ شبینہ مین گم　　بیٹھی رہی دیر تک وہ گُم صُم
آنکھون مین وہی لقاے دلکش　　کانون مین وہی صدائے دلکش
یاد آیا رات کا سمان سب　　دلمین سے کہنے لگی کہ یارب

کیا مین کوئی خواب دیکھتی تھی | یا کوئی حور گا رہی تھی
کتنا پیارا وہ نغمہ تھا ہائے | پایا تھا اُسنے کیا گلا ہائے
ہان کیا گاتی تھی مین بھی گاؤن | جھنڈارے سے مین آرہی ہون"
سحرِ بابل کی ہون بلائی" | اُس تاج گل کی ہون بلائی"
ہان۔ہان۔یہی گاتی تھی وہ پیکر | سر یون ہی اُٹھاتی تھی وہ پیکر
لیکن مین نے بھی خوب گایا | کیا مین نے بھی سُر مین سُر ملایا
مین بھی کسدرجہ خوش گلو ہون | گاتی ویسا ہی ہو بہو ہون
تا شام یہی رہی گر آواز | ہون دعوتِ گل مین نغمہ پرداز
پھر تو میرا ہی ہے جہانگیر | سوجھی کیا خوب مجکو تدبیر
کرتی رہی پھر وہ مشق دن بھر | گا گا کر اور گنگنا کر
جب عالم پر فضا مین پرواز | کرتی تھی وہ پاٹ دار آواز
ٹکراتی تھی جب پہاڑیون مین | جب گونجتی تھی وہ گھاٹیون مین
آتے تھے وحوش سب نظر مست | ہوتے تھے سب شجر حجر مست
نغمہ کا ہیکو تھا سحر تھا | اُسمین یہ جذب یہ اثر تھا
جیسے پروانے روشنی پر | یا جیسے چکور چاندنی پر
ساتھ اُسکے طیور گھومتے تھے | وہ گاتی یہ گرد جھومتے تھے
وہ دل مین کھبنے والی تانین | سینے پر ملنے والی کو کین
پکڑے ہوے کان اپنے کوئل | نغمہ بھولے ہوئے عنادل
گرد اُسکے سکوت مین کھڑے تھے | جو نیچین گردن مین اپنی ڈالے

دعوت گل کا دوسرا جلسہ

جو صورتین دل بہلنے کی ہین ۔۔۔ اور جو ممکن ہین وہ یہی ہین
جلسے ہون دھوم دھام کیساتھ ۔۔۔ میلے ہون ازدحام کے ساتھ
گانا ہو ناچ ہو خوشی ہو ۔۔۔ سیرین ہون ہنسی ہو دلگی ہو
یہ سوچ چکے وہ حزین و دلگیر ۔۔۔ یعنی شاہنشہِ جہانگیر
بولا وہی جلسہ پھر سہی آج ۔۔۔ بہلے تو کسی طرح سے جی آج
اس مرتبہ یہ شالامار[1] مین ہو ۔۔۔ بستان صدا بہار مین ہو

[1] ایک وسیع میدان مین لب جھیل یہ عظیم الشان باغ شاہجہان بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا اسوقت تک دنیا کے تمام پھلدار درختون اور پھولون کی جھاڑیون سے یہ باغ اپنا آپ نظیر تھا۔ جھیل کا پانی ایک مشین کے زور سے چڑھا کر باغ کے بیچ سے بصورت ایک نہر کے بہایا گیا تھا جس سے باغ کی کیفیت اور بھی پرلطف ہوگئی تھی اس مین شک نہین کہ اس باغ کی آراستگی اور خوبصورتی مین مغلیہ بادشاہون خصوصاً جہانگیر نے نفاست کی سب سے اچھی تصویر کھینچی تھی جہانگیر اور نور محل تو اس باغ پر ایسے فریفتہ تھے کہ بہار کا موسم کشمیر مین گذارتے تھے نہر پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پل قایم کرکے اُنپر خوبصورت خوبصورت بارہ دریان اور شہ نشینین سنگ مرمر کی بنائی تھین۔ اِن شہ نشینون مین حسین اور مہ جبین نازنینون کا جمگھٹا بازار کی رونق کو اور بھی بڑھا رہا تھا جو دیدنے قابل ہوتا تھا وسط باغ مین عالیشان بارہ دری سنگ سرخ اور سنگ مرمر کی خاص بادشاہ کے قیام کے لیئے اور اُسکے ہر چہار جانب نہرون پر چھوٹی چھوٹی شہ نشینین محلات اور خدام شاہی کے لیے عجیب خوبصورتی اور نفاست سے بنی تھین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ باغ کے صدر دروازہ پر جو کواڑ لگے تھے اُن کے دلہر سنگ موسے کے تھے اور اُن دلہونپر سنہری بیل بوٹے نہایت نفاست سے

تھی حکم کی دیر دم زدن مین
اُمرا کا اودھر ہوا جو ریلا
اب چلکر شالامار دیکھین
اُسکی وہ عالیشان کوٹھی
اسوقت بنی ہے بقعۂ نور
دنیا کے چنے ہوئے پریزاد
بانکے ترچھے حسین سجیلے
جو نہر پہ جا کے ہر سحر روز
بن ٹھن کے یہ مہوشان کشمیر
اور ہند کے طائفے زنانے
پا کر رقص و غنا سے فرصت
دن بھر ہے عاشقون کا تانتا
پہنے ہوے سب لباس زرین
اور ہین بہزار عشوہ و ناز

بھنگا نہ رہا اُس انجمن مین
سب اُٹھ گیا ہاتھون ہاتھ میلا
میلے کی وہان بہار دیکھین
جو شاہی طور پر سجی تھی
اور جمع ہین اُس مین حور ہی حور
جن سے کشمیر ہے اب آباد
پیارے - البیلے - اور نکیلے
پیتے ہین آب حُسن[۱] افروز
کرتے دلِ عاشقان ہین تسخیر
شہرت دی ہے جنھین خدا نے
فرصت ؟ - اُنکو کہان ہے فرصت
ایک آتا ہے اور ایک جاتا
یکجا ہین مثالِ ماہ و پروین
شاعر[۲] کے چمن مین نغمہ پردا نہ

بنے تھے یہ کواڑ کسی مشہور مندر سے نکال کر شالامار کی آراستگی مین شامل کئے گئے تھے - نوٹ

[۱] کشمیر کا حُسن ہندوستان مین مشہور ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے چشمون مین یہ اثر ہے کہ اُسکے پانی مین نہانے سے حُسن دوبالا ہو جاتا ہے اور اس خیال کے مطابق ہر کشمیرن کا فرض ہے کہ وہ روز صبح کو چشمون کے صاف شفاف پانی مین نہا کر اپنا حُسن بڑھائے - نوٹ

کیا بھاؤ کھڑی بتا رہی ہین — کیا خوب بہاگ گا رہی ہین
چلمن کی آڑ مین خواتین — شاہی حرمین بزیب و تزئین
دنیا کے انتخاب معشوق — ہمثیل اور لاجواب معشوق
مغرب کے سُنہری بال والے — مشرق کے گلابی گال والے
یورپ کے نیلی آنکھ والے — پورب کے کٹیلی آنکھ والے
نوخیز کچھ اور کم سنین کچھ — کچھ پارسنین یہودنین کچھ
دو اک نصرانی لڑکیان بھی — یونان کی پاک دیویان بھی
دو اک گلزار نیل کے پھول — گویا باغ خلیل کے پھول
کچھ دیویان اُنمین سائپرس[1] کی — پریان کچھ کوہ کاکسس کی
جو بیٹھی بہار یونیہ دن بھر — تتلیون کا دیکھتی ہین منظر
وہ کاہکشان کا رنگ اُنکا — وہ اُنکا پُھرپُھرانا گویا
کرنون کی سحر کاریان ہین — پھول اُڑتے ہین تتلیان کہان ہین
چلمن مین ہین اسطرح نمایان — القصہ یہ تمام پریان
سائپرس اور کاکسس کی — گویا ہین بلبلین قفس کی

---

[1] سائپرس۔ مڈیٹرینین سی کے شمالی مشرقی ساحل پر یہ پہاڑی حصہ ملک واقع ہے۔ کوہ کاکسس یا قاف کا سلسلہ سائپرس سے ملا ہوا ہے۔ یہان کی پہاڑی عورتین حسن وجمال مین ایسی مشہور ہین کہ یہ حصہ پہاڑ کا پرستان سمجھا جاتا ہے۔ کسی زمانہ مین یہان کی بھگائی ہوئی کمسن لڑکیان عرب کی بازارونمین بہت قیمت پر فروخت ہوتی تھین اور جب خریدنے والے تاجر اُنکو ہر قسم کی تعلیم و بالخصوص موسیقی اور شاعری مین کامل کرکے شاہی دربارون تک پہونچاتے تھے اُسوقت اُن کی قیمت لاکھون تک پہونچتی تھی۔

برقع پوش عربن

دربار مین آکے شاہِ ذیہوش — بیٹھا رہا تا دیر خاموش
دل مین اپنے وہ کہہ رہا تھا — کشمیر کا آج بچّہ بچّا
پیشہ ور اور تمام تجار — شرفائے ہر دیار و امصار
دہلی کے سب وزیر و وزرا — اور آگرہ کے امیر اُمرا
میرے محلاّت کی خواتین — حاضر ہین سب بزیب و تزئین
ہر شخص خوشی مین اور مزے مین — ہر شخص سرور مین نشے مین
جز نور محل کے۔ آہ او نور — اور اے میری بہشت کی حور
تو وہ کہ تری ہنسی کا انداز — کرتا تھا سب مین تجھکو ممتاز
بے تیرے آہ او ستمگار! — ساری دنیا ہے تیرہ و تار
گذرا دن اور ہو گئی شام — تو آئی مگر نہ او دل آرام
ہوتی اسوقت کاش موجود — اور تو گاتی بلحن داؤد
گا گا کر میرا دل لُبھاتی — خود ہنستی اور سب مجھے ہنساتی
مقبول دعا ہوئی آسی رات — اور کیون نہو یہ بھی ہے کوئی بات
دنیا کی مراد جس سے بر آئے — وہ آپ ہی نامراد رہجائے
یان شاہ تھا اِس خیال مین اور — وان ہو گیا انتظام فی الفور
جنگل کی کٹی سے ایک پیکر — برقعہ اوڑھے سیاہ یکسر
عربن کی سی وضع بنائے — طنبورہ سا کچھ بغل مین دابے

جھپٹی سوئے شالامار کشمیر جسطرح کڑی کمان کا تیر
ٹیلوں پر چڑھتی اور اُترتی سبزہ کو پائمال کرتی
چھپتی ہوئی جھاڑ جھاڑیوں مین لہراتی ہوئی پہاڑیوں مین
کتراتی نالوں اور گڈھوں سے کھیتوں سے اور جھونپڑوں سے
جلد ہی جلد ہی قدم بڑھاتی مجمع کو چیرتی ہٹاتی
محفل مین آکے ملگئی وہ موقع کی منتظر رہی وہ

بزم نغمہ و شراب

دربار یہان جما ہوا تھا اور دورِ شراب چل رہا تھا
بہر تفریح قلب محزون اچھی شئے ہے شراب گلگون
ہر چند بہت بُری ہے لت یہ غم تو کر دیتی ہے غلط یہ
پہچانے ہوئے نظر تھا ساقی آخر اسی کام پر تھا ساقی
پاتے ہی نگاہ کا اشارہ اک سانس اک آہ کا اشارہ
حاضر آیا ساز و سامان لادے ہوئے اکل و شرب کے خوان
چاندی سونیکی کشتیو نمین گنگا جمنی پیالیون مین
پھل اور فواکہات ہر قسم خوش ذائقہ میوہ جات ہر قسم
کوہستان کابن کے انگور پُر مغز بڑے سُنہرے انگور
شیرین شاداب انار کابل اور سیب خوشگوار کابل
کلکتہ کا لذیذ کیلا سب میوونکا جواب اکیلا

ہے پھل جو ملایا کا منگستین[1] شیرین سے بھی زیادہ شیرین
وہ میٹھا شہد سا چھوارا جس سے مشہور رہے بخارا
میٹھے اخروٹ جبکہ ہون خام پستے۔ چلغوزہ۔ اور بادام
بصرہ کی کھجورین آلو بالو خوبانی۔ یعنی زرد آلو
کشمیر کی تازی تازی کشمش کابل کی خوشگوار شمش
وہ تخمک شمش[2] ملک ایران خوبانی سے کہتے ہین جسے یان
خوش ذائقہ لوزا ورمربے بادام کے سیب سے کہی کے
گلدانون یشب کے برتنونمین قابون مین اور رکابیون مین
صندل کی کشتیونمین یہ سب حاضر تھے قرینے سے مرتب
ساتھ اسکے شرب کا بھی سامان انگوری اور شراب ریحان
رومی انگریزی اور چینی شیرازی اور شام بینی
شیشون مین اور صراحیونمین بلور کے صاف کنٹرون مین
خوشبوئین وہ انکی فرحت افزا وہ انکا سنہرا رنگ آہا
کیا لال پری چمک رہی تھی کیا سرخ شفق جھلک رہی تھی

[1] منگستین (mangoosteen) تمام دنیا کے پھلون مین سب سے زیادہ شیرین اور لذیذ میوہ ہے۔ جزیرہ ملایا اسکی پیداوار جسقدر فخر کرے بجا ہے اسکا ذائقہ اعلےٰ قسم کے آم سے کسیقدر ملتا ہوا ہے مگر ظاہری شکل اور رنگ مین آم سے بالکل مختلف ہے۔ نوٹ

[2] تخمک شمش۔ ایران کا ایک خوش ذائقہ میوہ ہے۔ ہر چند یہ ایک قسم کی خوبانی ہے لیکن معمولی خوبانی سے کہین اچھا ہے۔ —نوٹ—

گویا زیلان کا بڑا العل | یعنی وہ آگ کا ڈلا لعل
قبلائی خان[1] نے جسکی قیمت | دی تھی اک شہر کی حکومت
گویا اُسی لعل کو گلا کر | ساقی لایا تھا بھر کے کنٹر
بیشک تھی وہ اُسی کی تنویر | کرتی تھی جو ہر نظر کو تسخیر
سب کی نظر اُسطرف لگی تھی | سب کے دلمین یہ جم گئی تھی
یعنی اُس لعل کا یہ خون ہے | کہلاتی اِسی سے لعلگون ہے
القصہ شراب ناب ہر قسم | سامان گزک کباب ہر قسم
مچھلی کے مرغ کے خصی کے | شامی اور کوفتے پسند سے
حلوان کی رانین چند بریان | مرغ بریان۔ پرند بریان
پیتا تھا شاہ گھونٹ پر گھونٹ | انگوری شراب جسکا ہر گھونٹ
جام اطہر کے تھا برابر | لبن و کوثر کے تھا برابر
یعنی غم دہر کھو رہا تھا | اور دل سیراب ہو رہا تھا
معلوم یہ ہوتا تھا کہ ساقی | چھوڑے کا کوئی جگہ نہ باقی
جسمین گم گشتہ دوست[2] کی یاد | آکر ہو دو گھڑی کو آباد

[1] کہاجاتاہے کہ شاہ زیلان کے پاس ایک نہایت بیش قیمت لعل تھا کہ اُسکا مثل نتھا۔ قبلائی خان نے شاہ زیلان کے پاس پیام بھیجا کہ اگر وہ بیمثل لعل تم میرے ہاتھ فروخت کرو تو مین فلان شہر تمکو بطور قیمت دیتاہون۔ شاہ گیلان نے جواب دیا کہ اگر ساری دنیا کی بادشاہت بھی تم مجکو دیدو تو مین منظور نکرون۔

[2] ارکین اور وزرا کوشش کر رہے تھے کہ جہانگیر کسیطرح خوش ہو اور اُسکے دل سے نورجہان کی بیچین کرنیوالی یاد کسیطرح دور ہو۔ کیونکہ علاوہ اسکے کہ دعوت گل کا لطف جاتا تھا بادشاہ کی اس بدمزگی طبیعت سے ملکی کامون اور نظم و نسق مین خلل پڑنے کا اندیشہ تھا۔ گم گشتہ دوست کا اشارہ نورجہان کی طرف ہے۔

کیسا سیراب کر رہا تھا   کونے کونے کو بھر رہا تھا
اور اپنی نشیلی آنکھ سے شاہ   کرتا تھا جدھر نگاہ ناگاہ
کہتا تھا اپنے دلمین لو اور   محفل ہے شراب مین شرابور
اب ساقی بھی دے رہا تھا ساغر   رک رک کے ٹھہر ٹھہر کے تھم کر
گویا مانند پیر عارف   ساقی اس سے تھا خوب واقف
کتنی آگ اِس مین مشتعل ہے   کتنے پانی مین طفلِ دل ہے
دخت رز سے جو ہم بغل تھا   یون شہ کا کِھلا ہوا کنول تھا
جیسے گنگا[1] مین نیلوفر پھول   دل کا ہیکو تھا شگفتہ تر پھول
اس لطف مین شاہ مسکرا کر   اور لب سے جام مے ہٹا کر
جس شے پہ نگاہ ڈالتا تھا   اُسمین مے ناب کا مزا تھا
ہر چیز سے مئے ٹپک رہی تھی   اور اُسکو نگاہ چباتی تھی
گویا تھی باڑھ پر مئے ناب   ساری محفل تھی مئے مین غرقاب
سب کچھ سہی پہ یہ سب تھا لطف   بے نغمۂ مطرب تھا بے لطف

[1] ہندؤن کے اعتقاد کے موافق آفرینش انسان نیلوفر کے پھول سے ہوئی اسطرح پر کہ جب خدا کو آدم کا پیدا کرنا منظور ہوا تو سب سے پہلے ایک انڈا پیدا کیا گیا جو ۹، چوجگی یعنی بیالیس لاکھ چالیس ہزار سال تک سطح آب پر رہا۔ پھر بحکم خدا وہ انڈا ٹوٹا اور اُس سے سہسر شیر کھا پیدا ہوا جسکے ہزار ہزار سر اور ہزار ہزار بازو تھے۔ سہسر شیر کھا کی ناف سے گل نیلوفر پھولا اور اُس پھول سے سری برہما جی یعنی حضرت آدم پیدا ہوئے بعضون کا خیال ہے کہ گل نیلوفر گنگا مین پھولا تھا۔ واللہ اعلم۔

نور آ ایک مہ جبین گرجن — مہ پارہ و نازنین کم سن
وہ زہر بھری نشیلی آنکھین — وہ نشتر سی کٹیلی آنکھین
رکھیے جو لاگ دل جگر سے — اللہ بچائے اُس نظر سے
یک چشم زدن مین صورتِ برق — دریائے جواہرات مین غرق
حاضر آئی بہ ناز و انداز — اور چھیڑ کے وہ ترانۂ ساز
بہر تفریحِ بزم تمکین — گائی یہ فارسی کی تضمین

× × × × × × × × × ×

بیا گر خواہشِ خلد بریں است — کہ خلد است این مقام و بالیقین است
مسرت ہائے تازہ تازہ اینجا — یکے موجود و دیگر در کمین است
ہمانا صورت امواج دریا — یکے پیش است و دیگر در پسین است
اگر یک نازنین[۱] قطع وفا کرد — دگر قایم مقامش نازنین است

اگر فردوس[۲] بر روے زمین است

ہمین است و ہمین است و ہمین است

ہم اینجا آرہ سردِ خوبرویان — پُر از عشق و محبت ہمنشین است
بہ بو این نکہتِ گل کو شگفتہ — ز شوخیہاے مرغ انگبین است
ہم این اشک اندآن قطرات نیسان — کزان در بحر ہا در ثمین است

---

[۱] نور محل کیطرف اشارہ اور دوسرے مصرعہ مین اپنی نسبت کنایہ ہے -
[۲] دیوان خاص کے اندرونی سطح دیوار پر زیر کانس سنگ مرمر پر سونیکے حرفونمین یہ فارسی شعر لکھا ہوا ہے
دیوان خاص شاہ عالم بادشاہ کا بنایا ہوا تھا اور اُسیکے عہد مین یہ کتبہ لکھا گیا ہو گا -

بہاء بوسہ و خندہ چہ باشد چو قدرِ اشک و آہ اینجا چنین است
اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

خوشا جامِ مئے عشق است لبریز ملک پروانۂ این انگبین است
ہمین جام است یا آن چاہ بابل کہ تسخیر ملائک بر زمین است
ہزاران جلوہ ہا میدارد این چشم اگر غارت گر ایمان و دین است
بیا در عیش و عشرت کوش شاعر بلے منشار قدرت ہم ہمین است
اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

گرجن کا نغمۂ خوش آیند جیسے ہی بزم مین ہوا بند
اور اک آئی پیاری آواز حوروں کی سی رسیلی آواز
اور گونج اُٹھی تمام محفل حیرت مین تھے مطربانِ کامل
آواز یہ ہے کہ بانسری ہے آہا کیا صاف بج رہی ہے
ڈوبی ہوئی ہے اثر مین کیسی چُبھتی ہے دل و جگر مین کیسی
نغمہ وہی تال و سُر وہی ہے لیکن یہ چیز اور ہی ہے
سب بچے بوڑھے سکوت مین سب حیرت مین تھے یہ کیا ہے یارب
دربار مین تان اُڑانے والا آخر یہ ہے کون گانے والا
دیکھا تو قریب اک سیہ پوش طنبورہ لئے ہوئے در آغوش
گاتا ہے یہ نغمۂ خوش آیند برجستہ بند ذیل کا بند

صفائی اور خاتمہ

ازان خوشتر کہ گفت این شوخ مطرب — بہشتی دیگرست و بالیقین است
اگر دستِ کسی با دستِ دیگر — بہم بستہ بیک دستار دین است
وہم از ہر دو جانب آتش عشق — فروزان تا بوقت و اپسین است
دمے از این حیات عشق خوشتر — ز صد سالہ تعیش بالیقین است

اگر فردوس برروئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

یہ شعر نہ تھے کچھ ایسے موزون — مضمون بھی نہ تھا کچھ ایسا مضمون
لیکن جادو بھرے ہوئے تھے — محفل مین سحر کر رہے تھے
بیساختہ ہوگئے یکزبان سب — بول اُٹھے پیر اور جوان سب
کیا گا یا خدا گواہ عمر بن — کیا کہنے ہین واہ واہ عمر بن
سب نے تعریف کی مگر شاہ — اُسکے دل سے تھا کون آگاہ
تصویر کیطرح تھا وہ خاموش — کہتا تھا یہ کون ہے سیہ پوش
تھی لب پہ مہر کون پوچھے — کون اُسکو نظر اُٹھاکے دیکھے
گو کچھ آواز آشنا ہے — یون پوچھ اُٹھنا بھی ناروا ہے
دل مین سوچا کرو تامل — اچھی نہین چھیڑ بے توسل
یہ معاملہ کچھ تو صاف ہوجائے — بہتر ہے کچھ اور یہ ابھی گائے
یاری نہ زبان نے دی بہرطور — ہاتھون کے اشارے سے کہا اور

× × × × × × × × × × × × × × ×

او تخت نشین او تاج بسران شاہی محلو نسے نکل
یہ گھر قابل تیرے نہین ساتھ مرے صحرا کو چل

وحشت خیز پہاڑ ہین لیکن ہنستے ہین وہ پھولو نسے
اور وہ پھولونکا سایہ جس مین بیٹھنے کو دل جائے مچل

سادے ہین ریگستان مگر اُنپر نقش سمِ غزال
گویا فرش سنگ مرمر ہے اِسی ریگستان کی نقل

چل — یہ عرب لونڈی تیری تنہائی مین تیرے ساتھ رہیگی
اور چمک کر یہ شوخ آہو تیرا دل بہلائین گے چل

آہ یہ لہجہ اور یہ نگاہین صاف پتہ دیتی ہین مجھے
تو نے ڈھونڈھ لیا ہے کوئی میرا مقابل میرا بدل

چل گر تیرے دلمین نہین ہے اور کسیکا شعلۂ عشق
اور نہ کوئی یاد کہ ڈالے آ کے میری خلوت مین خلل

چل گر تجکو مجھسے وہی ہے عشق جو مجکو تجھسے ہے
ایسی صاف محبت دلمین جسطرح ہے تال مین جل

لیکن گر تو میرے لیے چھوڑے کسی محبوبہ کو
اور مٹا کر نقش و نگارِ خانہ دل کو کرے کھنڈہل

تو آہ ایسے اُجڑے گھر کو میرا اسلام اے تخت نشین
اِس سے تو یہ بہتر ہے گر مین بیچین اور بیکل

سطح برف پہ دریا کے شب کو بنالوں گھر اپنا
اور شعاع شمس کی حدت سے وہ سحر کو جائے پگھل

× × × × × × × ×

اس نغمہ مین کچھ عجب اثر تھا | جادو سے بھی زیادہ تر تھا
گویا اک ہوشیار عاہل | تھا کیلتا بادشاہ کا دِل
گا گا کر سحر کر رہا تھا | شیشہ مین پری اُتار تا تھا
ہر تال پہ اُسکا نغمۂ مست | ہوتا تھا دلمین شہ کے پیوست
کچھ برچھیان دلمین گڑ رہی تھین | کچھ چوٹین جگر پہ پڑ رہی تھین
اور شہ کا یہ حال تھا کہ ہر بار | چونک اُٹھتا تھا زد پہ ہوکے ہوشیار
اُمرا و زرا سمجھ گئے تھے | اس برقع مین کون دلربا ہے
کیا تاب بھلا تھی دوسرے کی | کہتا جو یون تپے تپے کی
حیران تھی دم بخود تھی محفل | تھی بزم سکوت ساری محفل
تھیٹر کا ڈراب سین پر وہ | آہستہ آہستہ اُٹھ رہا تھا
جب صاف نظر جمال آیا | بھولے ہوے کا خیال آیا
شہ ہاتھونمین جام مے لیئے تھا | پینے کے قصد سے لیئے تھا
اتنا بے اختیار ہوا وہ | مے لب سے ہٹا کے رک گیا وہ
اور ترچھی نظر سے داہنی سمت | دیکھا کیا غور سے اُسی سمت
یکبار اُٹھکر ٹیک کے ساغر | بول اُٹھا اُسکا نام لے کر
آہ نور محل ۔ ارے یہ تو ہے!! | مین بھی کہون کون خوشگلو ہے!!

یہ نغمہ گل ہی کیون نہ گایا — ناحق طول اس قدر بڑھایا
کرتا مین سب تجھے معاف اُسیوقت — کرلیتا دل اپنا صاف اُسیوقت
جب بھی تیرا ہی تھا وہ نخچیر — اب بھی تیرا ہی ہے جہانگیر
وہ تجھسے خفا ہو غیر ممکن — تو اُس سے جدا ہو غیر ممکن
برقع کو پھینک کر بڑھی وہ — اور سینہ سے شہ کے لگ گئی وہ
دونون کے صاف ہوگئے دل — گویا کبھی میلے ہی نہ تھے دل
وہ سینہ سے شاہ کے لگی تھی — اور چپکے چپکے کہہ رہی تھی
جب دیکھونگی اب سے صورت گل — آجائیگی یاد دعوت گل

بھولے گی کبھی نہ اسے شہنشاہ
اچھی دعوت کی واہ واہ واہ

Nādir 'Alī Khān
Jazbāt-i Nādir